

لوحه الانوار

مع ۲۲۹۱
در ۲۱

عمدة القنادین فی حکمة التوفیق علی السالكین

تألفه

جناب مولانا محمد ظہیر حسن جہا شوق بنو علی سیماوی

باعت

جناب منشی محمد شجاع حسن جہا برادر معظم حضرت مولف

باہتمام

جناب مولوی محمد عبدالقادر حسن جہا مالک علی حسن الطالبع

مطبع حسن الطالبع واقع پٹنہ

اشہار کتب مؤلف

آثار الحسن - حدیث شریف کی نہایت مفید کتاب - حصہ اول - قیمت ۵۰

اوشحہ البجید - ائمہ اربعہ کی تقلید کا بیان امام عظیمہ حضرت اللہ علیہ کی محققانہ توضیح - قیمت ۵۰

جہل المتین - آمین بالانفصار کے ثبوت میں الجواب رسالہ جس کے مخالفین بھی صلاح ہیں قیمت ۰۶

جلال العین - بحث رفع یدین میں نہایت محققانہ اور پر زور رسالہ - قیمت ۳۰

رد الشکیں - جہل المتین کی تائید مع چند رسائل - قیمت ۰۲

مجلہ - جلال العین کی تائید مع چند رسائل - قیمت ۰۲

جامع الآثار - رسالہ حمید - قیمت ۰۱

مقالہ کاملہ حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی سے لکھنؤ کا کیا تائید قیمت ۰۴

مثنوی سوز و گداز یعنی مرثیہ شام سند رکنا نہایت سچا واقعہ مع نغز و غیرہ قیمت ۰۶

ایضاح - رسالہ اصلاح کی شرح جس میں شاعری کے متعلق جا بجا جدید و مفید

باتیں درج ہیں اسکے ساتھ اصلاح اور ازادۃ الاغلاطیہ دونوں نایاب

رسالے بھی بعد نظر ثانی چھپے ہیں - قیمت ۰۶

سرمۂ تحقیق - یہ رسالہ ازادۃ الاغلاطیہ کی تائید میں ہے - قیمت ۰۲

یادگار وطن - علی مباحث کا گنجینہ محقق بنانے والا تذکرہ - قیمت ۰۸

اطلاعیہ - رسالہ جامع الآثار کے صفحہ ۳ سطر ۱۸ میں روایت کے عوض روایت معتبرہ

اور صفحہ ۱۱ سطر ۶ میں اسکے علاوہ کے عوض اسکے علاوہ موافق مذہب بعض فقہاء صحیح ہوئے الفا

کاتب کے سوسے چھوٹ گئے ہیں ۱۲ -

المشہد

ابوالخیر محمد ظہیر حسن شوق - نیموی -

حالی قادی شہر شہید - شاہ کی اہلی

مجلد و کتابت و نشر و قرا و در مصر جامع

الحمد لله والمنة که کتاب استطاف و فرغ بخش بلاد و امصار مؤید رساله جامع الآثار موسوم

کتاب الفوائد

لرفع الظلمة و الهداية

و المختار

منايف نفیس علاء من محدث کمال الفرج جانب الانام محمد طیر حسن حبیب شوق منو عظیم آبادی

المطبع و واقع طبع شده

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الملك القدوس العزيز العالم الذي شرف يوم الجمعة
على سائر الايام وزين الامصار بصلاتها التي هي من شعائر الاسلام
والصلوة والسلام على من عرضت عليه كالمراة البيضاء فاقامها
بالمدينين في جميع العباد من الخواص والعوام واوجبها على من كان
حريةا بان توجب عليه تطهير الدرر الاثام وعلى اله واصحابه
الذين صعدوا على منابر الفضل والافعال بقصد الاختصاص
وحسن النظام وكثرة القيام وثبات الاقدام اما بعد
واضع هو كهوكمات قديم مخاطب پرانی مقرض جناب مولوی محمد علی صاحب اسان قصیدو
ضلع عظم گڑھ نے ہمارے رسالہ مجمع الآثار فی اختصار الجمعیۃ بالاکمصار
کا جواب لکھا ہے جو کلام المذہب المختار فی الرد علی جامع الآثار رکھا
ہر چند ہمارے حضرت مقرض ارشدہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے کہنے سننے سے جواب لکھنے کو لکھا ہے

اور اپنے مذہب کے دامن اجتہاد سے داغ مٹانا چاہو مگر سچ پوچھتے تو ان کا رسالہ چونکہ باعث تفریق جماعت جمعہ و عیدین ہو جو شعائر اسلام کے بالکل خلاف ہو اس وجہ سے ان کی تقریریں بھی نہایت پریشان واقع ہوئی ہیں۔ اور چند واقعات کے متعلق نہایت سخت غلطیان سرزد ہوئیں ہیں جو اب لکھنے سے اور بھی قلمی کھل گئی اور علم و استعداد کا اندازہ معلوم ہو گیا۔ حضرت معترض نے اپنی تمام باتوں کا جواب طلب کیا ہو ہم اس وقت جواب الجواب لکھنے کو بیٹھے ہیں۔ ہر چند قلیل الفرصہ ہونے کے علاوہ عامیانہ باتوں کا جواب لکھنا خلاف شان اہل علم ہو مگر ہم مجبوراً ان کی درخواست پوری کر دینے کو طیار ہیں پہلے ایک مفید عام مقدمہ لکھ کر شروع دیا جو سے ہم ان کے رسالہ پر اپنا قلم جولانہ کریں اور آخر رسالہ تک ان کی تمام باتوں کا جواب باصواب لکھ کر احقاق حق و ابطال باطل کر دیتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

مقدمہ

چونکہ جماعت میں شوکت اسلامی کے علاوہ ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہو کہ بوجہ ملاقات و سلام و کلام آپس میں سلسلہ اتحاد و اتفاق بڑھنے کے لئے اور منازعت و منافرت دور ہو جانے کے واسطے بہت بڑا وسیلہ ہو اور تذکیر للناس کا بہت اچھا موقع ملتا ہو اس لئے شارع نے اس کے قائم رکھنے میں اور بڑھانے میں اہتمام بلیغ فرمائی ہے پہلے اس امر کی تاکید فرمائی کہ نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ ادا کی جائے جس سے غرض اصلی یہی ہو کہ شب و روز میں چند بار مختلف بیوت کے مسلمان اپنے اپنے ٹولے محلے کی مسجدوں میں مجتمع ہو کر خدا کی عبادت کریں کہ شوکت اسلامی کے علاوہ بوجہ ملاقات و نیات و مکالمات سلسلہ اتفاق قائم رہے۔ پھر یہ مقصود ہوا کہ جماعت

پنجگانہ سے بھی زیادہ کثرت اہل اسلام کا جلوہ نمایان ہو۔ اور یہ امر مختلف محلات و مقامات کے مسلمانوں
 کے اجتماع بغیر ممکن نہ تھا اسلئے ہفتہ میں ایک دن جمعہ کا مقرر کیا گیا کہ اس روز قریب دوسرے لوگ
 ظہر کے بدلے فریضہ دو گانہ ادا کریں۔ پس محل ادا کے جمعہ کے لئے کسی ممتاز مقام کا ہونا بہت ضروری
 تھا کیونکہ اگر نماز پنجگانہ کی طرح نماز جمعہ بھی ہر جگہ درست ہو جاتی تو شارع کا وہ مقصود جس کو میں نے
 ابھی بیان کیا یعنی جماعت پنجگانہ سے زیادہ جماعتیں ہونا وہ بالکل فوت ہو جاتا۔ اسلئے ایسے
 ممتاز مقام کو اس محل ادا ٹھہرایا جس پر ہر جامع کا اخلاق ہو سکتا ہو۔ پھر مقصود ہوا کہ جمعہ سے
 بھی کچھ زیادہ جماعت ہو اور شوکت اسلام میں کچھ اور ترقی ہو تو سال بھر میں جو دو مشہور تہوار
 عید الفطر و عید الاضحیٰ ہیں ان میں بھی دو گانہ شروع کیا گیا۔ اور اسکے لئے بھی ویسے ہی ممتاز مقام
 کی ضرورت ہوئی پھر مقصود ہوا کہ جمعہ و عیدین سے بھی کمین زیادہ جماعت حاصل ہو تو حج فرض ہوا
 کہ مختلف ممالک کے اہل اسلام ایک جگہ مجتمع ہوں اور اسکے لئے مکہ معظمہ مخصوص ہوا۔ غرض کہ
 چار طرح کی جماعتیں ہوئیں۔ جماعت پنجگانہ و جمعہ و عیدین و حج۔ بیوت میں مساجد ممتاز ہیں۔
 اور قریوں میں شہر اور شہروں میں مکہ معظمہ۔ جماعت پنجگانہ کے لئے مسجدین موضوع ہوئیں
 اور جمعہ و عیدین کے لئے شہر اور حج کے لئے مکہ معظمہ زاد ما اللہ شرفاً و عظمتاً۔ پس ہاری اس تقریر سے
 کما حقہ ثابت ہو گیا کہ اگر جمعہ ہر قریہ میں مثل نماز پنجگانہ جائز ہوتا تو شارع کا یہ مقصود کہ جموع جامع البجعات
 ہو اور جماعت پنجگانہ سے اسکی جماعت کمین زیادہ ہو یقیناً فوت ہو جاتا۔ مثلاً اگر کسی گاؤں میں
 پچاس مسلمان مکلفین رہتے ہوں تو ان سب کو لازم ہو کہ نماز پنجگانہ مسجد میں اگر جماعت کے ساتھ
 ادا کیا کریں۔ پھر اگر جمعہ بھی وہاں جائز ہو جاتا تو جماعت بڑھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر لوگ
 امر الہی بجالائیں تو ہر قریہ میں نماز پنجگانہ میں اسی قدر جماعت ہو سکتی ہے جتنی وہاں جماعت جمعہ
 ہو سکتی ہو اور فی زمانہ جو ہم مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ حضور جماعت پنجگانہ میں بلا حذر شرعی مل

کرتے ہیں اور جمعہ میں کچھ بڑھ جاتے ہیں تو یہ اپنا فعل ہی شارع کا حکم ہوا اسکے رو سے تو قریٰ میں نماز پنجگانہ اور جمعہ کی جماعت میں کچھ کمی بیشی کا فرق نہیں نکلتا۔ پس جمعہ وعیدین کو قریٰ میں قائم کرنا عبث بلکہ باعث تفریق و تقلیل جماعت جمعہ ٹھہرتا ہو۔ لہذا اسکے لئے مصر کا ہونا ضرور ہوا اور چونکہ اہل قریٰ کو مصر میں اگر نماز جمعہ وعیدین پڑھنا وقت سے خالی نہیں لہذا بلا حکم و جوہان کو مصر میں اگر پڑھنے کی ہدایت کی گئی کہ ان پر جبر نہ ہو اور اگر مصر میں اگر ادا کریں تو جماعت کی بھی زیادتی ہو اور ان کو ثواب بھی حاصل ہو۔ مدینہ طیبہ جو پہلا دارالاسلام ہوا اور چھوٹا سا شہر تھا اسکی یہی حالت تھی کہ وہاں کے ہر ٹولے محلے کے لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں پنجگانہ ادا کر لیا کرتے تھے اور جمعہ میں وہاں کی کل مسجدیں معطل کر دی جاتی تھیں اور سب لوگ مسجد نبوی میں اگر جمعہ پڑھتے تھے جو مواضع کہ مدینہ طیبہ کے اطراف میں تھے وہاں کے مسلمان کچھ شریک ہوتے اور کچھ اپنی ہی بستیوں میں ظہر پڑھ لیا کرتے تھے یہ امر کہ عوالی و قرائی مدینہ کے مسلمان جمعہ کے روز مسجد نبوی میں نہیں آتے تھے اسکا ثبوت حضرت عائشہ کی فینتابون الی حدیث بھی ہوتا ہے اور اسکی غایت یہ کہ اگر سب کے سب آتے تو ہزاروں آدمیوں کا جمع ہو جاتا اور مسجد نبوی میں ان کی گنجائش محال ہو جاتی غرض کہ سب کے سب ہرگز نہیں آتے تھے مگر کبھی یہ حکم نبوی نہیں ہوا کہ باہر کے جو لوگ جمعہ کے روز مدینہ نہیں آتے وہ اپنی اپنی بستیوں میں جمعہ پڑھ لیا کریں۔ دوسرے بستیوں کو جانے دیجئے موضع قبا جو مدینہ طیبہ سے دو تین کوس کے فاصلے پر ہے اور جہان کی مسجد نہایت متبرک و مقدس ہے جسکی شان میں خدا سے پاک نے قرآن مجید فرقان حمید میں اُسس علی التقویٰ فرمایا ہے وہاں بھی کبھی بھی نماز جمعہ نہیں ہوتی۔ جسکا خاص سبب یہی تھا کہ اگر اہل قریٰ کو اپنی اپنی بستیوں میں جمعہ پڑھ لینے کی اجازت دے دیجائے گی تو وہاں کی جماعت پنجگانہ سے جماعت جمعہ نہیں بڑھ سکتی اور مدینہ کی جماعت جمعہ جو اہل قریٰ

آجانے سے کچھ بڑھ جاتی ہو اس میں ضرور کمی ہو جائیگی۔ عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کو قریمین نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت نہیں دی اور خود آپ کو جو بعض اوقات قبا اور عرفہ ایسے مقامات غیر مصر میں جمعہ پڑا تو آپ نے وہاں ظہر ہی پڑھا نہ جمعہ۔

ہماری ان تمام تقریروں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ شہر و غیرہ میں ہر مسجد پنجگانہ میں نماز جمعہ قائم کرنا درست نہیں کیونکہ نماز پنجگانہ کی طرح اگر ہر مسجد میں جمعہ بھی ہوگا تو مشروعیت جمعہ کی علت غائی جو یہ ہو کہ پنجگانہ سے زیادہ جماعت ہو مفقود ہو جائیگی۔ ہاں اگر شہر کی اکثر مسجدیں معطل کر دی جائیں اور بعض بعض مساجد شہر میں جمعہ ہو تو درست ہوگا کیونکہ مختلف محلوں کی وجہ سے نماز پنجگانہ سے جمعہ کی جماعت ضرور زیادہ ہوگی اور جمعہ کی علت غائی مفقود نہ ہوگی مگر پھر بھی اگر چھوٹا شہر ہو اور ایک ہی مسجد میں تمام نمازیوں کی گنجائش ہو جاتی ہو تو ایسی حالت میں بخیاں شوکت اسلامی کل مسجدوں کو معطل کر کے ایک ہی مسجد میں سب لوگ نماز جمعہ پڑھنا اولیٰ ہوگا۔

المختصر مشروعیت نماز جمعہ کی جو علت غائی ہو اس سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمل کا رد ایوں سے صاف ثابت ہو کہ ہر مقام اقامت جمعہ کا ہرگز محل نہیں ہو۔ پھر اس امر کو آپ کے خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صاف طور پر بیان فرمادیا۔ **لا جمعة ولا شریق الا فی مصر بجامع۔** یعنی جمعہ وعیدین نہیں ہیں مگر مصر جامع میں۔ افسوس ہو کہ ہر چند حضرت غیر مقلدین اتباع سنت کا بہت بڑا دعویٰ رکھتے ہیں اور حکم بدعت لگانے میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ بیس رکعات تراویح کو بدعت عمری اور اذان اول جمعہ کو بدعت عثمانی کہنے میں کچھ باک نہیں کرتے مگر پھر بھی جمعہ کے باب میں اپنے کل اصول کو بالائے طاق رکھ کر خلاف جہواہل اسلام یہ فتویٰ دے بیٹھے کہ جمعہ ہر جگہ جائز اگر کسی جگہ یا کو ردہ میں صرف دو ہی مسلمان ہوں تو ان پر اقامت جمعہ واجب ہو۔ اور نماز عیدین بھی ہر جگہ جائز ہو جسکی وجہ سے رفتہ رفتہ ایسی تفریق عبادت

ہو گئی کہ بیان سے باہر ہو۔ دور کیوں جلیے ہمارے قرب و جوار میں موضع نکر نہر سہ ہو
 اہل اسلام و اہل علم کی ایک ممتاز و مشہور بستی ہے جس پر کوچہ و بازار ہونے سے مصریٰ صادق ہو
 تیس چالیس برس او دھروان کی یہ حالت تھی کہ عیدین میں اطراف و جوانب کے مسلمان
 وہاں جا کر دو گانہ ادا کرتے تھے اور خاصہ مجمع ہوتا تھا۔ مگر ان حضرات مجوزین کی بدولت
 یہ نتیجہ ہوا کہ محض کوردہ کے مسلمان بھی چند لوگ ملکر اپنی ہی بستیوں میں نماز عیدین پڑھ لیا
 کرتے ہیں تعجب ہو کہ جمعہ و عیدین کو شعائر اسلام سے بھی کہتے ہیں پھر بھی ایسا فتویٰ دیتے
 ہیں کہ جس سے تغلیل جماعت ہوتی چلی جاتی ہو۔ اتباع سنت نبویؐ تو جب تھا کہ نماز پنجگانہ
 میں حضور جماعت کی تاکید کرتے اور نماز جمعہ و عیدین کے فضائل بیان کر کے لوگوں کو
 شرکت کی ترغیب دیتے اور جمعہ و عیدین کے روز قریٰ کے کل مساجد کو معطل کر کے سب ملکر
 ایسے مقام میں پڑھتے جہاں کوچہ و بازار بھی ہیں اور مسلمانوں کی جماعت کثیرہ پائی جاتی ہے
 پھر اس وقت دیکھتے کہ کیسا خاصہ مجمع ہوتا اور کیسا پورا پورا اتباع سنت ہوتا۔ ہاں اگر
 اپنی مسجدوں کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں جا کر نماز جمعہ عیدین پڑھنے کو دنیاوی غار سمجھتے ہوں تو بڑا
 بعض حضرات صلوٰۃ الجمعہ فی القریٰ کی نسبت بعض مصلح بیان کرتے ہیں اور اتنا نہیں
 خیال کرتے کہ کون سی بدعت ہے جس میں بعض منافع دینی بھی نہیں۔ دیکھو تغزیہ داری کی وجہ
 محرم میں کیسا مجمع ہوتا ہے اور اسکے طفیل میں صدقات و خیرات کے باب کیسے مفتوح ہو جاتے
 ہیں۔ اگر تغزیہ داری موقوف ہو جائے تو شہیدان کربلا رضوان اللہ علیہم کے نام ہرگز بقدر
 درود و فاتحہ و صدقات کی نوبت نہ آئے اور محتاجین مساکین کو اس قدر صدقات ہرگز
 نہیں تو کیا اس تغزیہ داری درست ہو سکتی ہو۔ ہرگز نہیں۔

الحاصل ہر جگہ اقامت جمعہ ہرگز جائز نہیں۔ اس بار میں حضرات غیر مقلدین کا

جو قول ہو وہ ایسا غلط ہے کہ اس سے بڑھ کر شاید ہی کوئی دوسرا قول غلط ہو۔ اب ہم یہ پر زور تقریر جس کے بعض جدت آیت مضامین اثبات کلمۃ الحق کو کافی ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ بہتیرے انصاف پسند مجوزین کے خیالات کی اصلاح کرنے والے ہیں ختم کر کے اپنے مخاطب معترض کے رسالہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ حضرات ناظرین انصافانہ ملاحظہ فرمائیں والسلام

مباحث متعلقہ دیا جا

قوله الحمد لله الذي قال في كتابه يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَادَيْتُمْ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ

اقول ہمارے مخاطب نے یہ آیت کریمہ تعریفنا لکھی ہے اکثر حضرات غیر مقلدین یہی آیت پیش کر کے کہتے ہیں کہ فاسعوا کا حکم عام ہے۔ عموم قرآن کی تخصیص عند الخفیہ خبر احاد سے جائز نہیں ان کی یہ تقریر محض ناواقفی اصول پر مبنی ہے۔ باتفاق امت محمدیہ کچھ لوگ جیسے عبد الملوک و نساء و مرثض و غیر ہم اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ پس یہ عام مخصوص منہ بعض ہو گیا اور جس عام کی تخصیص ہو چکی ہو تو عند الخفیہ پھر اس کی تخصیص خبر احاد سے جائز ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ قطع نظر اس تقریر کے فاسعوا کا حکم اہل قریٰ کو سرے سے شامل ہی نہیں۔ کیونکہ سعی الذکر اللہ یعنی حضور صلوٰۃ الحمد کا حکم اس امر پر مشروط ہے کہ جب اذان جمعہ دی جائے اور باتفاق جمہور محدثین و غیر مقلدین ندائے ثانیہ مراد ہے جو عند الخطیب بجاتی ہے پس حضور صلوٰۃ الحمد اسی جگہ فرض ہو گا جہاں اذان جمعہ عند الخطیب شروع ہو۔ یعنی امصار۔ اور جہاں شروع نہیں جیسے قریٰ و صحاری و ان ہرگز فرض نہ ہو گا قولہ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اَوْجِبَ الْجُمُعَةُ عَلَى كُلِّ مَسْلُوكٍ فِي جَمَاعَةٍ اَلَا مَنْ اسْتَنَاءَ

اقول ہمارے مخاطب صاحب نے اس عبارت میں اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے
 الجمع مطلق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امرأة
 اوصی اور مریض اب ہم کہتے ہیں کہ اولاً حضرات غیر مقلدین کا جو یہ مذہب ہو
 کہ چنان کہیں دو ہی مسلمان ہوں تو اپنی نماز جمعہ واجب ہو ایک مقتدی ہو اور دوسرا امام
 خلیفہ خود معترض کی زبان سے دیا جائے میں اس غلط مسئلہ کا ابطال کرادیا کیونکہ معترض
 کی عبارت اور حدیث شریف دونوں کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ واجب ہو کل مسلم پر جو جماعت
 میں ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب دو ہی مسلم ہوں گے تو ان میں سے کسی پر یہ صادق نہیں
 ہذا مسئلہ فی جماعۃ کیونکہ جماعت کے لئے کم سے کم دو تین شخص ہونا چاہئے۔ پس
 اس شخص کے علاوہ جس پر جو حکم دیا جائیگا ایک جماعت ہونا چاہئے۔ پس کم سے کم
 تین چار مسلمانوں کی جماعت ضرور ہوئے کہ دو مسلمانوں کی جماعت کافی ہو ثانیاً میں
 استثنائہ سے ہمارے مخاطب صاحب نے عبد مملوک اور عورت اور مریض اور مریض
 کی طرف اشارہ کیا ہے جسے اولاً امام بخاری پر چوٹ آتی ہے کہ وہ بحالت مضرخص کے قائل
 ہیں ثانیاً ان کے پیشوایان مذہب علامہ ابن قیم وغیرہ پر اعتراض لازم آتا ہے کہ یہ حضرات
 بھی مسافر پر وجوب جمعہ کے قائل نہیں ثالثاً ان کے آقائے نامہ ارثو اب بھوپال کے اجتماع
 عیدین کی حالت میں وہ ادا ہے صلوٰۃ العید کو مسقط جمعہ ٹھہراتے ہیں کما سیبوی داعیاً
 خود ہمارے مخاطب پر یہ الزام لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک اہل عرفہ پر وجوب تسک جمعہ
 واجب نہیں۔ پس یہ کل مستثنائے ایسے ہیں جن کا اس حدیث میں استثنائہ نہیں ہو قول
 و علی الہ وصحبہ الذین فاقوا برویتہ وصحبہ علی من سواہ اقول یہ کلمہ
 کفر والحادی کیونکہ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے

اَلْاَصْحَابِ بِرَفَضِ بْنِ - جب انبیاء میں صرف ایک نبی کو مستثنیٰ کر کے باقی لوگوں پر اَلْاَصْحَابِ کو فوقیت دی تو اس سے باستثنائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باقی سب انبیاء پر بھی فضیلت دیکئی اور یہ عین کلمہ کفر والحادیہ ہے۔ اور اگر ہمارے مخاطب صاحب ہواہ اللہ تعالیٰ یہ تاویل کریں کہ مَن سے دامت محمدیہ مراد ہو تو اُن پر یہ الزام لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استثنائے کرنا کیسا اور اگر یوں تاویل کریں سواہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو عہد نبوی میں تھے تو اس تقدیر پر صحابہ کی فضیلت اُن اہل بیت پر ثابت نہیں ہوتی جو عہد نبوی کے بعد ہوئے جن جہن ہزاروں اولیاء اللہ شان میں حالانکہ مقام مدح اسکو مقتضی ہے کہ صحابہ کو جمیع امت محمدیہ پر یا انبیل کے سوا جمیع امم پر فضیلت دیجائے خلاصہ یہ کہ بظاہر یہ کلمہ کفر والحادیہ ضروری ہے اور بحالت تاویل عبارت یقیناً محض لُحْی ہے۔ البتہ اگر سواہ کے عوض سواہم کہا جائے اور اَلْاَصْحَابِ کی طرف ضمیر راجع کیجائے اور باعتبار امت محمدیہ تفضیل قرار دیجائے تو وہ خرابیان لازم نہیں آتیں مگر ایسی حالت میں ذکر اللہ کا جمع باقی نہیں رہتا۔

مباحث متعلقہ دلیل اول

قولہ اسوائے کہ سورہ جمعہ مدنی ہوا قول سورہ جمعہ کے مدنی ہونے سے یہ لازم نہیں تا کہ جمعہ مدینہ میں فرض ہوا ہو کیونکہ بہت سی آیتیں مدنی ہیں اور حکم کہ ہی میں شروع ہو چکا تھا چنانچہ آیہ وضو بالاتفاق مدنی ہے حالانکہ وضو کہ ہی میں فرض ہو چکا تھا علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں لکھا ہے فالایۃ مدینۃ اجماعاً وفرض الوضوء کان بحکمۃ مع فرضنا لہذا آری احادیث میں کثرت سے لکھا ہے غا علی ان الوضوء قد فرض

ثبیل نزول هذه الاية فان سورة المائدة متأخرة نزولاً عن كثير من القرآن
والوصف كان في اول الاسلام اور علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہو قوی ہے
وہی مدنیۃ لا شہا من المائدة وہی من القرآن نزولاً پس معترض
صاحب نے جو یہ دلیل پیش کی جو محض ناقص ہو۔ ہاں یہ دلیل جب تمام ہو سکتی ہو کہ بعد
نزول سورہ جمعہ آیت جمعہ سے نماز جمعہ فرض ہوئی ہو حالانکہ خود سورہ جمعہ سے ثابت ہو
کہ اس سورہ مستبرکہ کے نزول کے قبل ہی نماز جمعہ مشروع ہو چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم خطبہ پر ہر سہ تھے کہ مدینہ میں شام سے قافلہ آنے کی خبر ہو چکی۔ اکثر لوگ آپ کے
مہر پر چھوڑا ہل قافلہ سے خرید و فروخت کرنے کو چلے گئے۔ اسی بارہ میں یہ سورہ نازل
ہوا۔ اور بیچ و شرار وغیرہ سے ممانعت کی گئی۔ غرض کہ یہ ترکوں کا ٹکڑا سے صاف ثابت
ہو کہ نماز جمعہ قبل نزول سورہ جمعہ یقیناً مشروع ہو چکی تھی۔ پس سورہ جمعہ کے مدنی ہونے سے
معترض صاحب کا کیا کام کل سکتا ہو۔ اب ہم اسکو ثابت کر دیتے ہیں کہ نماز جمعہ
قبل ہجرت مکہ میں فرض ہو چکی تھی۔

اثبات فرضیت جمعہ قبل الهجرة

کتب احادیث و سیر سے ہم چند روایتیں نقل کرتے ہیں جن کے ملانے سے یہ بات ثابت
ہوتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لے رکھتے تھے اور ہنوز نماز جمعہ
مشروع نہیں ہوئی تھی کہ مسلمانانِ مدینہ کو یہ خیال گزرا کہ یہود و نصاریٰ ہفتہ میں ایک
روز مجتمع ہوتے ہیں ہم لوگ بھی ہفتہ میں ایک دن مجتمع ہو کر خدا کی عبادت کریں پس
جمعہ کار و زمر کر کے حرہ بنی بیاضہ کے ہرم البیت میں مجتمع ہوئے اور اسعد بن زرارہ کو

بعض روایتوں میں
مدنی ہونے سے ثابت
ہو چکا ہے خطبہ
کے چلے لکھا ہے
ہو کر آتا تھا
پھر اس واقعہ
کے بعد جمعہ کا
خطبہ نماز کے
پہلے شروع ہوا
ہے

امام بنا کر سب نے وہاں نماز پڑھی۔ خدا سے پاک کو ان مسلمانوں کا وہ فعل پسند آیا تو بذریعہ
وحی غیر متلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جمعہ کا حکم ہوا آپ مکہ میں غلبہ کفار کی وجہ سے
خود اقامت جمعہ سے مجبور تھے مدینہ طیبہ میں مصعب بن عمیر کو نماز جمعہ قائم کرنے کو لکھ بھیجا۔
ان دنوں اسعد بن زرارہ نے مدینہ میں جہان سہل سہیل کا مربہ تمہا نماز پڑھنے کی جگہ
بنالی تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ نائبہ مصعب بن عمیر کو پہنچا تو انہوں نے
اسی مربہ میں نماز جمعہ پڑھائی پھر برابر وہاں نماز جمعہ ہوتی رہی۔ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو اکثر اوقات آپ بھی وہیں نماز
پڑھتے آخر اس مربہ کو خرید کر کے اپنے وہاں اپنی مسجد بنوائی اور برابر نماز جمعہ آپ اسی مسجد
میں پڑھاتے رہے پھر اس کے بعد شام کا قافلہ آبلنے سے وہ انقضاض والا
واقعہ ہو گیا اور پر لکھ چکے ہیں میٹیں آیا تو سورہ جمعہ نازل ہوا۔ عن عبد الرحمن بن
کعب بن مالک وکان قائد ابیہ بعد ما ذهب بعصر عن ابیہ کعب بن
مالک انه کان اذا سمع النداء یوم الجمعة ترجملاً سعد بن زرارہ
نقلت له اذا سمعت النداء ترجمت لا سعد بن زرارہ قال لانه
اول من جمع بنا فی ہزم النہیت من حترہ بنی ضافہ فی نقیع یقال لہ
نقیع الخفطات قلت کم انعم یومئذ قال اربعون اخرجہ ابو داؤد و
ابن ماجہ و قال فیہ کان اول من صلی بنا صلوۃ الجمعة قبل مقدم رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم من مکہ قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص اسنادہ حسن
وعن محمد بن سیرین قال جمع اہل المدینۃ قبل ان یقدم ہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قبل ان تنزل الجمعة فقالت الانصار ان

لليهود يوماً يجمعون فيه كل سبعة أيام وللنصارى كذلك فعملهم فلينعمل
 يوماً يجمعون فيه فتذكر الله تعالى ونصلي ونشكرك فجمعوا يوم العروبة
 واجتمعوا الى اسعد بن زهرارة فصلة بهم يومئذ وانزل الله تعالى
 بعد ذلك اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة الآية اخرجه عبد الرزاق
 واخرون وهو مرسل صحيح قال الحافظ في الفتح فمرسل ابن سيرين
 يدل على ان اولئك الصحابة اختاروا يوم الجمعة بالاجتماع
 وعن ابن عباس قال اذن النبي صلى الله عليه وسلم الجمعة قبل
 ان يهاجروا لم يستطع ان يجمع بمكة وكتب المصعب بن عمير اما
 بعد فانظر اليوم الذي تجهر فيه اليهود بالزبور فاجمعوا نساءكم
 وابناءكم فاذا مال النهار عن شطري عند الزوال من يوم الجمعة
 فتقربوا الى الله بركعتين قال فهو اول من جمع حتى قدم النبي صلى
 الله عليه وسلم المدينة فجمع عند الزوال من الظهر والظهر ذلك
 اخرجه السهيلي في الروض الانف والحافظ في التلخيص والشوكاني
 في النيل واخرون وعنه الى الدارقطني وعن ابن مسعود الانصاري
 قال اول من قدم من المهاجرين المدينة مصعب بن عمير وهو اول
 من جمع بها يوم الجمعة جمعهم قبل ان يقدم رسول الله صلى الله
 عليه وسلم وهما ثنا عشر رجلاً اخرجه الطبراني في الكبير والاسط
 علم ما قال الهيثمي في مجمع الزوائد والحافظ في التلخيص وعن الزهري
 ان مصعب بن عمير حين بعثه النبي صلى الله عليه وسلم الى المدينة

جمیع بهم وهم اثنا عشر رجلاً من آل البيت في المعرفة قال العجلي في
 سيرته وفي الامتاع كان اسعد بن زرارة بنى فيه ابي في مريد سهل وسهيل
 جدارا تجاه بيت المقدس كان يصلي اليه بمن اسلم قبل قدوم مصعب
 بن عمير ثم صلى بهم اليه مصعب انتهى قال العلامة الآلوسي في
 روح المعاني او يجمع يات اسعد اول من اقامها بغدير امه صلى الله تعالى
 عليه وسلم كما يدل عليه خبرات سيرين وصرح به ابن الهمام ومصعب
 اول من اقامها بامر عليه الصلوة والسلام اذ بان مصعبا اول من
 اقامها في المدينة نفسها واسعد اول من اقامها في قرية قرب المدينة
 وعن امر زيد بن ثابت انها قالت رايت اسعد بن زرارة قبل
 ان يقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة يصلي بالناس
 الصلوات الخمس ويجمع بهم في مسجد بناه في مريد سهل وسهيل قالت
 فكانت انظر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم وصلى بهم
 في ذلك المسجد وبناه اخرج العجلي في سيرته والديار بكرى في
 تاريخه الخميس وعن الزهري قال بركت ناقة رسول الله صلى الله
 عليه وسلم عند موضع مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وهو يومئذ يصلي فيه رجال من المسلمين قبل قدومه صلى الله
 عليه وسلم وكان مريد السهل وسهيل وكان جدارا محمدا
 ليس عليه سقف وقبلته الى بيت المقدس وكان اسعد بن زرارة بناه
 وكان يصلي باصحابه ويجمع بهم فيه الجمعة قبل قدوم رسول الله صلى الله

علیہ وسلم رواہ الحافظ الدیلمی فی سیرتہ وقال الحلبی فی سیرتہ^{ج ۲}
 وکان من جملة من عمل مسجدہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد لابی امامہ
 اسعد بن زرارۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان ابو امامۃ یجمع فیہ
 بین یلیہ بنادش بعض مرید للتمر لسهل وسہیل ثم قال وکان
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصل فی ذلک المسجد وقال ابن
 ہشام فی سیرتہ وسال عن المرید لمن ہو فقال لہ معاذ بن عفراء
 ہو یا رسول اللہ لسهل وسہیل بنی عمرو وھما یتیمان لی وسارضیہما^{منہ}
 فاتخذہ مسجدًا فامر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینوی مسجد
 روایات و اقوال مذکورہ بالا سے وہ باتیں جو میں نے اوپر لکھی ہیں کما حقہ ثابت ہیں

اقوال علی

ابو جندبہ علی کے اقوال لکھتے ہیں حسین ثابت ہوتا ہے کہ ہجرت کے قبل ہی نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی

قول شیخ ابی حامد

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں کیا ہے قول الشیخ ابو حامد فرضت یسکۃ
 یعنی شیخ ابی حامد نے کہا ہے کہ نماز جمعہ مکہ میں فرض بنی اس کے بعد وہ لکھتے ہیں وہ غریب
 ہیں شیخ ابو حامد کا یہ قول غریب ہے۔ اب میں کتابوں کے قول غریب مستلزم ضعوف کو نہیں ہوتا
 علی الخصوص ایسی حالت میں کہ روایات مذکورہ بالا کے مؤید ہیں اور دوسرے علمائے
 اہل اسی کے ساتھ اتفاق کیا ہے بلکہ خود حافظ ابن حجر کا بیان بھی اس قول کی طرف پایا جاتا ہے

قول حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے ولا يمنع ذلك ان يكون النبي صلى الله عليه وسلم علمه بالوحي وهو بمكة فلم يتمكن من اقامتها ثم فقد ورد في حديث عن ابن عباس عند الدارقطني ولذلك جمع بهما اول ما قدم المدينة كما حكاه ابن اسحاق وغيره.

قول علامہ سیوطی

علامہ سیوطی نے تفسیر القرآن میں لکھا ہے النوع الثاني عشر ما تلو حكمه عن نزوله وما اخر نزوله عن حكمه الى قوله ومن امثلة ايضا آية الجمعة فانها مدنية والجمعة فرضت بمكة اور رساله ضور الثموني في عدد الجمعة من ده كلفت من الجمعة فرضت على النبي صلى الله عليه وسلم وهو بمكة فلم يتمكن من اقامتها هناك من اجل الكفار فلما هاجر من اقصاها الى المدينة امرهم بان يجتمعوا فيها

قول علامہ ابن حجر مکی

شیخ ابن حجر مکی نے تحفہ المحتاج شرح منہاج میں لکھا ہے فرضت بمكة ولم تقم بها فقد العذر او لان شعارها الاظهار وكان صلى الله تعالى عليه وآله وسلم مستقرا بها

قول علامہ حلبی

علامہ براہیم جامی نے سیرت حلبیہ میں لکھا ہوگا کہ کان مصعب یوم القوم ای الاوس
والخزرج لان الاوس والخزرج کرة بعضہما ان یؤمہ بعض وجمع بہم
اول جمعة جمعت فی الاسلام قبل قدومہ صلی اللہ علیہ وسلم
المدينة وقبل نزول سورة الجمعة الآمرة بها فانها صد نية قد ۔

قول علامہ شوکانی

وذلك ان الجمعة فرضت على النبي صلى الله عليه وسلم وهو بمكة
قبل الهجرة كما اخرج الطبراني عن ابراهيم بن عباس فلم يقم من اقامتها
هناك من اجل الكفار فلما هاجر من هاجر من اصحابه الى المدينة
كتب اليهم يا مريم ان يجمعوا اجمعوا -

قول مولف سالہ التحقیقات علی

ہمارے کریم فرما جناب مولوی شمس الحق صاحب جن کی فرمائش و اعانت سے ہمارے
صاحب نے پندرہ سالہ لکچر چھپوایا ہوا درجن کو اپنے آخر سالہ کے اشتہار میں مجتہد مطابک لکھا
وہ اپنے رسالہ التحقیقات العلّیٰ میں لکھتے ہیں کہ قبل ہجرت فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے طرف مدینہ کے حضرت مصعب بن عمیرؓ نے مدینہ منورہ میں حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا

بفیه مباحث لیل اول

قولہ قبائین آپ کے جمود کا منقول نہ ہونا اگر مولف کے نزدیک اس بات کی دلیل ہو کہ قبائین

آپ کا جمعہ ہوا ہی نہیں الخ اقول جس شخص نے کتب محدثین کی اچھی طرح سیر کی ہو اس پر کیا حق
 ظاہر ہو کہ جو امر مہتمم بالشان قابل ذکر ہو تا ہو محدثین نے عدم نقل کو اس کے عدم وجود کی دلیل
 ٹھہرائی ہو۔ اسی وجہ سے جابجا ان کی عبارتوں میں لم یقل وغیرہ ایسے الفاظ کو میں
 ہجرت کے متعلق محدثین و اہل سیر نے ذرا ذرا اسی بات کو نقل کیا ہو بیان تک کہ قبائے
 بارے میں یہ بھی لکھا ہو کہ بعد بنائے مسجد قبا وہاں نماز جمعہ ساعت کے ساتھ ہونے لگی
 پھر بھی کسی روایت معتبرہ میں یہ مذکور نہیں کہ صیق قیام قبا آنحضرت نے وہاں نماز جمعہ پڑھی
 اس سے یہ ضرور نکلتا ہو کہ وہاں جمعہ پڑھا ہی نہیں اگر پڑھتے تو ایسے مہتمم بالشان امر کو
 محدثین و اہل سیر باسناد صحیح ضرور روایت کرتے۔ اچھا اب مہتمم فرض صاحب کی کمال تشفی
 خاطر کی نظر سے اس امر کی چند دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 قیام قبا کے زمانہ میں ہرگز جمعہ نہیں پڑھا **اولاً** علامہ زرقالی نے شرح مواہب لہ زیہ میں
 اور دیار بکری نے تاریخ خمیس میں لکھا ہو قیل کان یصلی الجمعة فی مسجد
 قبا ممدۃ اقامتہ قیل کا لفظ جو ترمذی کے لئے ہوا اس سے صاف ثابت ہو کہ صحیح
 یہ ہو کہ وہاں اپنے اپنی مدت قیام میں جمعہ نہیں پڑھا ثانیاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 تیسرے روز قبا میں پہنچ گئے تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جمعہ
 پڑھا ہوتا تو وہ لا جمعة ولا شریق لاک فی مصر جامع انفرماتے۔ پس حضرت علی
 اس قول سے کما حقہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جمعہ پڑھا ہی نہیں۔
 ثالثاً اگر آنحضرت نے وہاں پڑھا ہوتا تو وہاں جمعہ قائم رہتا۔ حالانکہ خود معترض جب
 تسلیم کر چکے ہیں کہ عہد نبوی میں بجز مسجد نبوی قبا وغیرہ مواضع میں جو مدینہ کے قریب
 ہیں جمعہ نہیں ہوتا تھا **ابعداً** علامہ گاندہ ولی نے اپنی سیرت میں مسجد قبا کی نسبت لکھا ہو

کی ہو وہ محض غلط ہو قولہ قبا مولف کے یہاں فناسے مدینہ سے ٹھہرتا ہو کیونکہ قبا مدینہ سے
 دو میل سے کچھ زائد پر ہو **اقول** فتح القدیر وغیرہ کتب فقہین فناسے مصر کی یہ تعریف
 لکھی ہے ہوا لکان المعد لمصالح المصر یعنی فناسے مصر وہ مقام ہو جو مصالح
 مصر کے لئے مقرر کیا گیا ہو اور یہی تعریف عند الفقہاء صحیح ہو اور تقدیر بمسانت قول غیر معتبر ہو
 پس چونکہ تعریف مذکور قبا پر صادق نہیں تھی اس وجہ سے وہ بنا بر قول صحیح فی مدینہ نہیں ہو سکتا
قولہ در مختارین ہو والمختار للفتویٰ تقدیر یہ بفرسہ ذکرة الولد الحی
اقول علامہ شامی نے رد المحتار میں اس قول کی تزییف کی ہو وہ لکھتے ہیں اعلام
 ان بعض المحققین اهل الترجیع اطلق الفناء عن تقدیرہ عسافہ
 وکذا محرر المذهب الامام محمد وبعضهم قدسہ بها وجملة
 اقوالهم في تقدیرہ ثمانية اقوال او تسعة الا قولہ فالتقدیر بالتحديد
 بمسافة يخالف التعريف المتفق على ما صدق عليه بانہ المعد لمصالح
 المصر فتدبر الاثمة على ان الفناء العذر لدفع الموت وحوال الخ المصر
 كما في الخيل والدواب وجمع العساكر والخروج للرمي وغیر ذلک الخ
 ما مر في بابی نے بھی بخوار مالہ شریف ان لمجاہون الصحیہ فی فئنا التعریف
 اسدی ذکرہ المصنف **قولہ** بکہ صاحب مختار کے نزدیک اسکی حد اس بھی زیادہ
اقول تقدیر بمسافت صاحب رد المحتار کے نزدیک صحیح نہیں بلکہ حد صحیح ہی ہو کہ
 جو معد ہو مصالح مصر کے لئے **قولہ** باقی مولف نے جو یہاں اور مکہ میں یہ لکھا ہو کہ قبا
 مدینہ حبیب سے نین کوس کے فاصلے پر جو صحیح نہیں الخ **اقول** حافظ ابن حجر نے فتح الباری
 جلد ستر میں لکھا ہو قولہ حصۃ نزل بھم فی بنی عمرو بن عوف ای ابن

عالمک بن اکادس بن حادث و متنازل لہم بقبا و محی علی فرسخ من المسجد
 النبوی بالمدينة و کچھ حافظ بن جبر نے قبا اور مسجد نبوی میں ایک فرسخ کی مسافت لکھی ہے
 اور فرسخ تین کوس کا ہوتا ہے اور جدہ و مہین لکھا ہے و فی المطالع ^{۲۵} علی ثلثة امیال
 من المدينة او علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے قال ابن فرقول علی ثلثة امیال
 من المدينة و کچھ ان عبارات سے ثابت ہے کہ قریہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے
 پر ہے۔ اور عربی میں میل کوس کو کہتے ہیں پس ان اقوال سے کیا حقیقت ثابت ہوگی قریہ
 طیبہ سے تین کوس پر ہے اور معترض صاحب نے جو حدیث لکھی ہے کہ قریہ طیبہ سے تین کوس
 کہ باب مسجد نبوی سے باب مسجد قبا تک دو میل است پڑا ہے اس سے یہ نہیں ثابت
 کہ متنازل بنی عمرو بن عوف جہان آخذت صلی اللہ علیہ وسلم فرود ہوئے تھے بلکہ قریہ
 با غلط ہے قولہ و اف کے نزدیک جمع قریہ یعنی چھوٹے قریہ ہیں۔ یہ سب نہیں ہو لیکن قریہ میں
 درست ہے اقول یہ مولف پر محض اقوال و اف سے یہ کہ یہ نکل گیا کہ چھوٹے قریہ
 قریہ و بڑے قریہ میں درست ہے چاہے حدود معتبرہ میں نہ ہو بلکہ حد مقرر جامع و اوقاف میں
 ہو۔ نو۔ معترض صاحب کو ایسی فریب آئی ہے کہ لکھتے ہیں قبا ہا ہ قولہ درجیب و
 سے نزدیک قریہ میں درست ہے تو پھر کیا ہے جو کہ قبا بن جمہ اس وقت ہو نہیں اقول
 قبا اس وقت چھوٹا سا قریہ تھا چونکہ اس پر حد جامع کی حد اوقاف و جہات و ان
 جمعہ نہیں ہوا قولہ کہ قریہ کبیرہ و الخ اقول جہات کے بعد قبا قریہ کبیرہ ہو گیا
 یا مدینہ کبیرہ و گاہ جب حد کے زمانہ میں وہ چھوٹا قریہ تھا شہر ہرگز تھا علامہ عینی نے شرح بخاری
 حوالہ علماء رشاد لکھا ہے و متنازل بہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و
 و الخ المدینۃ اختطت اس سر ہا خط و سبیل البنیان بعضہ بہ

حتی صارت مدینة قولہ مولف کے علامہ عینی عمدۃ القاری میں یہ لکھتے ہیں کہ امام
 احمد رحمہ اللہ جمعۃ الجمع نے اقوال (علامہ عینی کا یہ قول بعض اقوال فقہاء کے موافق ہو جسکو
 امام بن حزم کے جواب میں پیش کیا ہو) کو فی نفسہ یہ قول صحیح نہیں ہو کیونکہ باتفاق فقہاء
 صحرا میں نماز جمعہ درست نہیں گو وہ ان امام موجود ہو۔ دیکھو عرفات میں امام موجود رہتا ہی
 مگر وہ ان نماز جمعہ درست نہیں قولہ بتیسرے بلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد
 مبارک میں مشروح ہو گئے تھے جیسے یمن و طائف وغیرہ لیکن کسی روایت سے ان بلاد
 میں اس عہد مبارک میں جمعہ کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوتا الخ **اقول** اسکا جواب یہی ہو جو
 ہمیشہ کے متعلق اوپر لکھا گیا قولہ علی بن القیاس حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بہترے بلاد مفتوح
 ہوئے جیسے کوفہ و بصرہ و غیرہ لیکن کسی روایت سے ان بلاد میں بھی اس زمانہ میں جمعہ
 کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوتا **اقول** اسکا اصل جواب بھی تو ہمیشہ کے متعلق گزر چکا۔ رہا متعذر
 صاحب کا یہ دعویٰ کہ ان بلاد میں جمعہ کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوتا بالکل غلط ہو حنفیہ میں سچے
 حنفیہ میں بحیر میں لکھا ہو ذکر ابن عساکر مقدمہ تاریخ دمشق ان عمرؓ کے الے
 ان موسیٰ والی عمرو بن العاص وانی سعد بن ابی وقاص ان یخذ مسجد
 جامعاً ومسجداً للقبائل فاذا کان یوم الجمعة انضموا الی المسجد الجامع
 یعنی ابن عساکر نے مقدمہ تاریخ دمشق میں لکھا ہو کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اور عمرو بن عاص
 اور سعد بن ابی وقاص کو یہ لکھ بھیجا کہ مسجد جامع طیار کرا میں اور قبائل کے لئے مسجدیں
 بنوائیں۔ اور جب جمعہ کا روز ہو تو مسجد جامع میں مجتمع ہوں۔ ابو موسیٰ حضرت عمرؓ کی طرف
 سے بصرہ کے والی تھے۔ فی الکمال لصاحب المشکوة ولہ یزل علی البصرة
 الرصد من خلافة عثمان۔ اور عمرو بن عاص مصر کے والی تھے فی الکمال وهو

اختصار مصر لعمر ولم نزل عاملاً له عليها الى آخر ذواته اور سعد بن ابی وقاص
 کو نہ کے والی تھے فی کمال وکلاء عمر و عثمان الکوفۃ پس ان بلاد میں بنا مسجد
 جامع سے اقامت جمعہ کا حق ثابت ہو کر لہذا ائینہ ہو کر مولف نے صالحین اپنے اس قول
 کے متعلق کہ قبل جبریت نماز جمعہ مکہ معظمہ ہی میں فرض ہو چکی تھی ایک حاشیہ لکھا ہے جس میں
 روایات ذیل سے استدلال ہو الی قولہ اور ابن ماجہ میں ہونے کا قول مولف نے ابن ماجہ
 کی روایت سے نہ جامع الآثار میں استدلال کیا ہے اور نہ کہیں اسکے حاشیہ میں پھر مولف کے
 استدلال میں ابن ماجہ کی روایت کو ذکر کرنا اور اسکا جواب دینا محض لہجہ اور بے محل ہے
 قولہ تخصیص میں نہ اسکے کل رجال مذکور ہیں اور نہ کسی محدث سے اسکی تصحیح منقول ہو قول
 تخصیص میں اس روایت کو یوں نقل کیا ہے۔ روی الدار قطنی عن طریق المنذیرۃ بن عبد الرحمن
 عن صالح عن الزهری عن عید اللہ عن ابن عباس قال اذن النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم الخ او کلا اس کو نقل کر کے حافظ نے سکوت کیا ہے جس سے بظاہر
 یہی استفادہ ہوتا ہے کہ اسکی سند ضعیف نہیں ہے ثانیاً طریقہ سند میں اہل تخریج یہ ہے کہ کسی حدیث
 کے اسناد کے اگر چند رجال کو ذکر کرتے ہیں تو ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ بقیہ رجال میں کوئی
 جرح نہیں ہے۔ پس حافظ کامیو بن عبد الرحمن سے لیکر پوری سند لکھ دینا اس امر کی طرف مشیر ہے
 کہ اسکے باقی رجال سب ثقہ ہیں۔ اب جو رواۃ کہ حافظ نے ذکر کئے ہیں ان میں سے کوئی راوی ایسا
 نہیں ہے جو پھر ایسی جرح ہوئی ہو جس سے یہ روایت ضعیف ہو سکتی ہو۔ المختصر حافظ ابن حجر کا یہ صیغہ
 صاف بتا رہا ہے کہ باقی رجال سب ثقہ ہیں ثالثاً مقترض صاحب کے مجتہد مطلق جن کی فرمایش
 اور اعانت سے یہ رسالہ لکھا ہے اور اس امر کو بڑے فخر کے ساتھ اپنے رسالہ کی لوح پر ظاہر
 کیا ہے انہوں نے بھی دائرہ طینی کی اس روایت سے اپنے رسالہ تحقیقات اعلیٰ میں استدلال

کیا ہو۔ اب معترض حسب اسکا اقرار کریں کہ اس روایت کے مولف کا استدلال بھی صحیح ہو یا اسکا
 اعتراف فرمائیں کہ ان کے مجتہد مطلق کا استدلال بھی درست نہیں۔ قولہ اسکے علاوہ معلوم
 نہیں کہ یہاں دارقطنی سے سنن دارقطنی مراد ہو یا کوئی دوسری کتاب دارقطنی کی الخ اقول
 اگر سنن دارقطنی میں یہ روایت نہیں ہو تو نوگر جب حافظ ابن حجر نے اپنی تالیفات میں اسکو
 دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہو تو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ دارقطنی کی کسی کتاب میں یہ روایت ضرور
 اور حافظ کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اسکو دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہو غرض
 یہ حوالہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتا قولہ نیل الاوطار کی روایت پر یہ بحث ہو الخ اقول جب آپ کے
 علامہ شوکانی نے اس پر سکوت کیا ہو اور اس استدلال کیا ہو تو ظاہر یہی ہو کہ یہ روایت قابل
 استدلال ہو قولہ ابن ماجہ کی روایت پر یہ بحث ہو الخ اقول بندہ خدا ابن ماجہ کی روایت
 کو مؤلف نے جمع الآثار میں پیش کب کیا ہو جو جواب دینے لگے قولہ درمنثور کی روایت پر
 یہ بحث ہو کہ یہ روایت مرسل ہو کیونکہ ابن سیرین تابعی ہیں در صحابی اقول ابن سیرین
 سہارنابی ہیں اور مرسل کہا تاہم ایک جماعت محدثین کے نزدیک قابل احتجاج ہو
 اب ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ روایت ابن سیرین بوجہ ارسال قابل استدلال نہیں۔ تو
 ہرم بنیت والاد تہ جو بوداؤد بن ماجہ میں مروی ہو اسکا اجتہادی ہونا کسی دوسری
 روایت صحیحہ سے ثابت نہیں۔ پس جس طرح معترض صاحب نے اہل جواثم کے فعل کو بحکم نبوی
 محمول کیا جو اس کو بھی اس پر ان کو محمول کرنا ہو گا کہ اسعد بن زرارہ نے ہرم بنیت میں
 بحکم نبوی جمعہ پڑھایا تھا اور ابن ماجہ سے صاف صاف ثابت ہو کہ یہ واقعہ قبل ہجرت واقع ہوا تھا
 پس معترض صاحب کو واقعہ ہرم بنیت سے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ نماز جمعہ قبل ہجرت ضرور
 مشرعت ہو چکی تھی قولہ تلخیص کی دوسری روایت پر یہ بحث ہو کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ الخ

اقول صالح بن ابی الاخضر کی نسبت اگرچہ ایک جماعت نے تضعیف کی ہو مگر اسکے ساتھ ہی
 بہتر سے محدثین نے انکی روایت کو قابل اعتبار و اعتقاد قرار دیا ہے علامہ ذہبی نے میزان
 میں لکھا ہے صالح الحدیث اور حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے ضعیف یعتد بہ
 مولف نے بھی اس روایت کی نسبت یہی لکھا ہے کہ باسناد یعتد بہ بہر کیف چونکہ
 یہ واقعہ بعد و طرق مروی ہے اسوجہ سے ضرور قابل احتجاج ہے قولہ اور تفسیر در مشورہ و تخلص
 کی دوسری روایت پر ایک یہ بھی بحث ہے کہ ان روایات کا واقعہ وہی واقعہ ہے جو ابن ماجہ
 کی روایت میں مذکور ہے اقول ابن ماجہ والی روایت جس میں بمقام ہرم البیت اسعد بن
 زرارہ بن کے نماز جمعہ پڑھانے کا واقعہ منقول ہے اور طبرانی والی روایت جو تخلص میں مذکور
 ہے اور بطریق ابی مسعود انصاری مروی ہے جس میں مصعب بن عمیر کا واقعہ منقول ہے وہ دونوں
 واقعے ہرگز ہرگز ایک نہیں کیونکہ اوکا اسعد بن زرارہ وغیرہ کا وہ فعل اجتہادی تھا جیسا
 کہ مرسل ابن سیرین ثابت ہے اور مصعب بن عمیر کا فعل حکم نبوی تھا جیسا کہ دارقطنی کی روایت
 سے ثابت ہے ثانیاً ابن ماجہ کی روایت میں اسعد بن زرارہ کا امام ہونا منقول ہے اور
 طبرانی کی روایت میں مصعب بن عمیر کا امام ہونا مذکور ہے ثالثاً ابن ماجہ کی روایت
 میں بمقام ہرم البیت نماز جمعہ ہونا مروی ہے اور طبرانی کی روایت میں مصعب بن عمیر کا
 مدینہ میں نماز جمعہ پڑھانا منقول ہے اور کتب سیر کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مدینہ میں وہاں
 نماز جمعہ پڑھائی تھی جہاں پہلے ہیل کامر بہ تھیں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد قدم مدینہ
 اپنی مسجد نبوئی راہگاہ ابن ماجہ والی روایت کے واقعہ میں چالیس آدمی شریک نماز تھے
 اور طبرانی والی روایت کے واقعہ میں بارہ آدمیوں کی شرکت منقول ہے پس معترض کا یہ دعویٰ
 کہ دونوں ایک ہی واقعہ ہیں محض غلط ہے قولہ کیونکہ خلاصۃ الافانین یہ مرقوم ہے اقول

چند دفعہ
 اس کتاب میں
 مذکور ہے
 صاحب
 تحقیقات
 میں تعدد واقعہ
 کو تسلیم کیا ہے

صاحب خلاصۃ الوفایا کا یہ خیال کہ مصنف نے ہرم نسبت میں نماز جمعہ پڑھائی تھی جو وہ مذکورہ
 بالاحض غلط ہے قولہ اور جب ان تمام روایات کا واقعہ ایک ہی ہے الخ اقول ہم بھی
 نہایت پر زور تقریر و ثبوت کر چکے کہ ہرگز ایک واقعہ نہیں ہے جو کچھ معترض نے اس پر
 تفریح کی ہے وہ بنا بر فاسد علی الفاسد ہے قولہ یہ تو صحیح نہیں اقول یہ تو دیکھ علی سبیل التعلیل
 ضرور صحیح ہے قولہ اس واسطے کہ سوائے مسجد عائکہ کے مدینہ میں آپ کا جمعہ پڑھنا بوقت
 قدوم مروی نہیں اقول ہم اس کو اوپر کا حقیقہ ثابت کر چکے قولہ باقی حافظ ابن حجر
 جو یہ لکھا ہے کہ آپ پہلی نماز جمعہ مدینہ میں ہوئی سو وہ نماز جمعہ وہی مسجد عائکہ والی ہے چونکہ مسجد عائکہ مدینہ کے
 قریب ہے لہذا حافظ ابن حجر نے اسکو مدینہ کے ساتھ تعبیر کر دیا ہے حافظ ابن حجر کا قول
 گماحکاہ ابن اسحاق اس پر شاہ عدل ہے اقول حافظ ابن حجر کی عبارت یہ ہے۔
 ولذا جمع بہم اول ما قدم المدینۃ کما حکاہ ابن اسحاق وغیرہ
 اس عبارت میں مدینہ سے صرف مسجد عائکہ جو بنی سالم میں واقع ہے اور مدینہ سے ایک
 کوس پر ہے ہرگز مراد نہیں کیونکہ بخاری کی روایت جو بطریق انس مروی ہے اس سے
 مسجد عائکہ والی نماز غلط ثابت ہوتی ہے اور حافظ نے حضرت انسؓ کی روایت کی نسبت
 اولیٰ بالقول کہا ہے پس اگر حافظ کے قول میں مدینہ مسجد عائکہ مراد لیجائے تو اختیار قول
 ضعیف لازم آتا ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ حافظ نے کمال بلاغت کو دخل دیا ہے کہ مدینہ لکھا اور
 اس سے مراد عام رکھی ہے جو شامل ہے بنی سالم اور خاص مدینہ کو چونکہ اختلاف ہے کہ بعد رفتگی
 قبا اپنے پہلی نماز جمعہ کہاں پڑھی اہل سیر نے لکھا ہے کہ بنی سالم میں پڑھی اور بخاری
 کی روایت اسکی تغلیط کر رہی ہے اور وار قطنی کی روایت کہہ رہی ہے کہ خاص مدینہ میں
 پڑھی پس کما حکاہ ابن اسحاق سے تو اہل سیر کی روایت کی طرف اشارہ کیا۔

اور وغیرہ کے لفظ سے واقفیتی وغیرہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا۔ حاصل حافظ کی عبارت کا یہ ہو کہ پہلی نماز جمعہ یا تو بنی سالم میں ہوئی یا خاص مدینہ میں۔ چونکہ مولف نے یہ لکھا ہے کہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو مدینہ میں ہوئی یا بنی سالم کی مسجد عاتکہ میں اس واسطے مولف نے منہیہ میں اسکی دلیل میں حافظ کے اس قول کو جو مؤید قول مولف ہو نقل کیا۔ معترض صاحب مولف کے ماہ الاستدلال کو تو سمجھے نہیں اور جی میں جو کچھ آیا کہ گئے۔ اصل یہ کہ مولف کے بعض استدلالات غامضہ کے سمجھنے کے لئے علم و فہم کے علاوہ غور و فکر کی بھی ضرورت ہے۔ قولہ ثانیاً جب مولف ص ۱۱۱ میں یہ تحریر کر چکے ہیں کہ محلہ بنی سالم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ پڑھنا غیر صحیح اور غیر معقول ہو تو پھر یہاں آپ کا اسی محلہ بنی سالم میں جمعہ پڑھنا کیسا **اقول** مولف نے جو یہ لکھا ہے کہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو مدینہ میں ہوئی یا بنی سالم کی مسجد عاتکہ میں پہلی شق موافق تحقیق ہو اور دوسری شق موافق روایت اہل سیر کے ہو۔ اس سے ہرگز نہیں سمجھا جاتا ہے کہ بنی سالم میں آپ کا جمعہ پڑھنا صحیح بھی ہو۔ دیکھئے خود حضرت معترض اپنے رسالہ ہدایۃ الوریٰ میں لکھتے ہیں کہ رہے مسافر سو اولاً اُن کلمات متشتتہ ہونا روایات صحیحہ سے ثابت نہیں اور المذہب المختار کے صفحہ ۱۰ میں لکھتے ہیں کہ اس صورت میں ترک جمعہ کی وجہ یا تو نسک ٹھہرے گی یا سفر انتہی۔ اب معترض صاحب ذرا فرمائیں کہ جب آپ کے نزدیک مسافرت سبب ترک جمعہ نہیں ہو سکتی تو پھر یہاں یہ تردد کیسی اور مسافرت کو ترک جمعہ کا سبب قرار دینا کیسا دیکھیں معترض صاحب اس پچند سے کیونکر نکل جاتے ہیں قولہ ثانیاً جب بنی سالم مدینہ کا ایک محلہ ہو تو پھر وہ شہر سے خارج کیونکر ہو گیا **اقول** مولف نے بنی سالم کی نسبت یہ یوں لکھا ہے کہ مدینہ کا ایک محلہ ہو جو شہر سے باہر ہو۔ معترض صاحب نے خوش فہمی سے باہر کے لفظ کو بدل کر خارج بنا دیا۔ بہر کیف

عام طور پر لوگ یہ جانتے ہیں کہ اکثر شہر ایسے ہیں جنکے بعض محلے شہر سے کچھ دور ہوتے ہیں۔
وہ محلے بعض اعتبار سے مستقل گاؤں سمجھے جاتے ہیں اور بعض اعتبار سے شہر کے محلات ہیں
محسوب ہوتے ہیں جیسے آپ کے مہر کا محلہ بنٹا و گنج۔ بنی سالم پر مدینہ کا اطلاق آیا ہے جس کا
خود آپ کو اقرار ہے لہذا وہ مدینہ کا محلہ کہا گیا۔ اور چونکہ ایک میل پر واقع ہوا سو جسے شہر سے
باہر کہا گیا۔ دیکھئے سوانح عمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبع ستارہ ہند کے صفحہ ۱۹۴
میں لکھا ہے کہ اگرچہ یہ محلہ شہر کے باہر ہو مگر اس کا حساب شہر کے محلات میں ہے۔ دیکھو یہاں بھی
وہی ہی عبارت ہے جیسی مولف نے لکھی ہے قولہ مسجد عائکہ حرہ بنی بیاضہ کے ہرم انبیت
میں واقع ہے الخ اقول اسے سبحان اللہ کہا مسجد عائکہ اور کجا حرہ بنی بیاضہ مسجد عائکہ
بنی سالم میں واقع ہے چنانچہ عمر بن شہب نے اخبار المدینہ میں لکھا ہے عن کعب بن عجرۃ ر
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع اول جمعة حين قدم المدينة
في مسجد بنو سالم في مسجد بنو عائكة وفي رواية له الذي يقال له مسجد عائكة
اور بنی سالم اور بنی بیاضہ دونوں الگ الگ دو قبیلے ہیں اور دونوں کا محلہ الگ الگ ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قبلہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو پہلے بنی سالم میں پہنچے
اسکے بعد بنی بیاضہ میں چنانچہ سیرت ابن ہشام میں ہے فأتاه عتيان بن مالك
وعباس بن عباد بن فضالة في رجال من بني سالم بن عوف فقالوا يا رسول
الله اقم عندنا في العدد والعدة والمنعة قال تخلوا سبيلها فانها مأمورة
لنا فخلوا سبيلها فانطلقت حتى اذا وازنت دار بني بياضة الخ
۱۰ سیرت طبرستان ۲۶۶ شمر ركب صلی اللہ علیہ وسلم اختلا بعد الجمعة متوجها
للمدينة الخ قوله فانطلقت حتى وردت دار بني بياضة أي محلتهم۔

ان عبارتوں سے صاف ثابت ہو کہ مقرر صاحب کا یہ کہنا کہ مسجد عاتکہ بنی بیاضہ میں ہے
 سخت فاش غلطی ہے قولہ خلاصۃ الوفا ص ۱۸۲ میں ہے قال النووی انه قریۃ بقرب
 المدینۃ علی میل من منازل بنی سلمۃ قالہ الامام احمد کما نقلہ
 الشیخ ابو حامد اقول حرہ بنی بیاضہ کے بنی سالم میں ہونے کی کیا معقول دلیل
 ارشاد ہوئی اور اگر اس قول کا مطلب یہ ہو کہ وہ قریہ منازل بنی سلمہ سے ایک میل پر ہے تو
 یہ کہاں ہو کہ وہ قریہ بنی سلمہ میں واقع ہو تا تھا۔ اس قول میں بنی سلمہ کا لفظ ہونہ بنی سالم
 یہاں پر مقرر صاحب نے کمال فہم کی وجہ سے بنی سلمہ اور بنی سالم کو یک سمجھ لیا حالانکہ کتب سیر
 سے بخوبی ثابت ہو کہ یہ دونوں الگ الگ قبیلے ہیں دوسرے عبارت کا مطلب کچھ
 اور ہے اسکو آپ کچھ اور سمجھے۔ اب مقرر صاحب کو اپنی فاحش افلاط کی تسلیم میں کیا
 عذر ہو سکتا ہے قولہ اسکے علاوہ مولف ص ۱۸۱ میں کہتے ہیں کہ حرہ بنی بیاضہ قولہ مدینہ
 سے ہے اور جب حرہ بنی بیاضہ خود مولف کے نزدیک قولہ مدینہ سے ہے تو پھر ہم نہیں سمجھتے
 کہ یہ مدینہ کے محلہ سے کیونکر ٹھہر گیا اقول یہ بنائے فاسد علی الفاسد ہے ورنہ ہم ثابت کر چکی
 کہ حرہ بنی بیاضہ اور مقام ہے اور بنی سالم اور مقام ہے قولہ جب محلہ بنی سالم مدینہ طیبہ ایک
 محلہ ہے تو پھر اسکا مدینہ کے قریب ہونا کیسے ممکن ہے اقول مجھے مقرر صاحب کے ایسے ایسے
 مہمل اعتراضات کیے بیساختہ ہنسی آتی ہے۔ عوام کے نزدیک اس اعتراض کا کچھ وزن ہو تو ہو
 مگر اہل علم کے نزدیک اضمح کو سے کم نہیں۔ بہت سے محلات ٹوں سے خارج ہوتے ہیں
 مگر پھر بھی بعض اعتبارات سے وہ محلات شہر میں محسوب ہوتے ہیں۔ اکثر قریہ میں بھی
 کچھ ٹولے ہوتے ہیں جن میں بعض صلی اور بعض و خلی کہے جاتے ہیں جن کو بیشتر
 چاک یا بیکہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ مولف کے قول میں مدینہ طیبہ سے وہ تمام

مقامات مراد ہیں جو کسی اعتبار سے پتہ محلہ مدینہ کا اطلاق ہو سکتا تھا۔ اور دوسرا فقط مدینہ جو واقع ہوا ہو اس سے وہی محلات مراد ہیں جو ٹون کے اندر تھے۔ پس اس اعتبار سے اُن محلات پر جو ٹون سے خارج تھے قریب و بعید کا اطلاق بہت صحیح ہو۔

مباحث متعلقہ دسویں

حضرات غیر مقلدین کا جو یہ دعویٰ ہو کہ شہر ہو یا قریہ یا صحرا ہر جگہ نماز جمعہ فرض ہے۔ اس دعویٰ کے ابطال میں مولف نے یہ دلیل پیش کی ہو کہ حجۃ الوداع میں بمقام عرفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اہل مکہ جمعہ کے روز نماز ظہر ادا فرمائی نہ نماز جمعہ اس کے جواب میں معترض صاحب نے بہت کچھ ہاتھ پاؤں ہلاتے مگر کچھ معقول جواب اُن سے بن پڑا۔ اور حق یہ ہو کہ یہ دلیل ایسی ہو کہ قیامت تک حضرات غیر مقلدین سے اس کا جواب ممکن نہیں۔ قولہ واقعہ عرفات سے مولف کا استدلال اس وقت صحیح ہو سکتا ہو جبکہ مولف پہلے یہ ثابت کر لیں کہ اہل مکہ نے عرفات میں جمعہ پڑھا ہی نہیں اس واسطے کہ ممکن ہو کہ اہل مکہ نے جمعہ پڑھا ہو اقول مولف نے ہر چند شاہ ولی اللہ مرحوم کا یہ قول پیش کر دیا ہو کہ با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کثیر از اہل مکہ و عرفہ بودند ایشان را بجمعہ نفرمودند پھر بھی تعجب ہو کہ معترض جہان نے ایسی بات لکھی۔ خیر ان کو جانے دیجئے حضرات غیر مقلدین کا بر مذہب کا قول سنو۔ علامہ ابن تیمیہ نے رسالہ مناسک الحج میں لکھا ہو کہ کذا لا یجمعون الصلوة بعرفة و مزدلفة و منیٰ لکان اہل مکة یفعلون خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعرفة و مزدلفة و منیٰ اور علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہو امر بلا لا فاذن ثم اقام الصلوة فصلی الظہر کعتین و امر فیہما

بالقراءة وكان يوم الجمعة قد دل على ان المسافر لا يصلي الجمعة ثم اقام
 فصلي العصر ركعتين ايضاً ومعه اهل مكة وصلوا بصلاته قصر او جمعاً
 بلا ديب اور علامہ امیر یحییٰ نے رسالہ مشک الحج میں لکھا ہوا ہے بلا الا فاذا نثم اقام
 فصلي الظهر ركعتين استر فيهما بالقراءة وكان يوم الجمعة قد دل على ان
 لا يصلي الامام المسافر الجمعة بعرفة ثم اقام فصلي العصر ركعتين وصلي
 بصلاته اهل مكة قصر او جمعاً بلا ديب اب دیکھو کہ علامہ ابن تیمیہ ابن القيم
 و امیر یحییٰ جو حضرات غیر مقلدین کے پیشوایان مذہب اور اکابر محدثین سے ہیں کس دعویٰ
 کے ساتھ لکھ رہے ہیں کہ اہل مکہ نے جمعہ کے روز عرفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ نماز ظہر ادا کی تھی۔ اور آج تک اہل علم میں سلفاً و خلفاً کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا
 کہ اہل مکہ نے اُس روز جمعہ پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر ادا فرمائی تعجب ہے کہ
 معترض نے اپنے قول کی تائید میں حدیث تو حدیث کسی کا قول تک بھی پیش نہیں کیا اور
 خلاف جمہور ایسی بات لکھ ڈالی۔ قولہ پس اگر واقع میں یہی بات ہے تو اس سے بھی مولف
 کا استدلال ناتمام ہے **اقول** کہ ان تو معترض صاحب نے اسکا اقرار کیا کہ مولف کا استدلال
 اسوقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ مولف پہلے یہ ثابت کر لیں کہ اہل مکہ نے عرفات میں جمعہ
 پڑھا ہی نہیں اور کہ ان گھبراہٹ میں اسکو بھی ناتمام بتانے لگے۔ اسکے کیا معنی **قولہ**
 اسواسطے کہ اس صورت میں ترک جمعہ کی وجہ یا تو نسک ٹھہریگی یا سفر **اقول** سفر کا تو
 آپ نام نہیں کیونکہ آپ اور اکثر حضرات غیر مقلدین اسکے قائل ہیں کہ مسافر پر بھی جمعہ
 فرض ہے چنانچہ آپ ہدایۃ الوریٰ میں لکھتے ہیں رہے مسافر اٹھکامستثنیٰ ہونا روایات
 صحیحہ سے ثابت نہیں اور رسالہ التحقیقات العالیٰ کے آخرین چند حضرات غیر مقلدین

اہل علم کی تحریریں موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ ان کے نزدیک مسافر پر جمعہ فرض ہے۔ بہر کیف اگر ہم تسلیم کر لیں کہ مسافر پر جمعہ آپ حضرات کے نزدیک بھی فرض نہیں مگر جائز تو ضرور ہے پھر باوجود جواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام عرفہ کیون ترک فرمایا۔ کوئی چیز ایسی جس کے کرنے میں کثرت ثواب کا استحقاق ہوتا ہو بلا عذر صرف بخیاں قدم و جوب ترک نہیں کھیاتی علی الخصوص ایسی حالت میں کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے جمعہ کی سخت تاکید ہو اور ہزاروں آدمیوں کا مجمع بھی ہو خطبہ بھی پڑھا گیا ہو۔ پس اس سے صاف نکلتا ہے کہ بمقام عرفہ ترک جمعہ کی وجہ مسافرت ہرگز نہیں تھی اور خود مقرض صاحب صفحہ ۳۲ میں لکھتے ہیں کہ جب حالت سفر میں آپ نماز بقرعہ تک ترک نہیں فرماتے تھے تو جمعہ بدرجہ اولیٰ ترک نہیں فرما سکتے ہیں کیونکہ نماز جمعہ نماز عیدین زیادہ ہو کہ ہے انتہی۔ پس اس سے کما حقہ ثابت ہے کہ بمقام عرفہ ترک جمعہ کی وجہ مسافرت ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ وغیرہم کے ترک جمعہ کی وجہ مسافرت تھی تو اہل مکہ کے حق میں مسافرت وجہ ترک جمعہ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ مکہ معظمہ سے میدان عرفات بارہ کوس پر ہے پس اہل مکہ مسافر نہیں ہو سکتے چنانچہ آثار ذیل اس امر پر دال ہیں عن سالم بن عبد اللہ عن ابیہ عن ابیہ عن الخطاب کان اذا قدم مکہ صلی بھم رکعتین ثم یقول یا اھل مکہ اتعواصلو تکم فانا قوم سفر اخرجه مالک فی الموطا یا سناد صحیحہ وعن عطاء عن ابن عباس انہ سال النضر الصلانی عن عرفة قال لا ولكن الی عسفان والی جدہ والی الطائف اخرجه الشافعی وقال الحافظ فی التلخیص اسنادہ صحیحہ۔ اب رہی دوسری شق یعنی نسک وجہ ترک جمعہ تھے تو یہ بھی مکرر باطل ہے کیونکہ نماز جمعہ ادا کرنے سے نسک کی ادائین کیا دقت

واقع ہوتی تھی جسکی وجہ سے نماز ظہر پڑھی گئی نہ نماز جمعہ۔ جماعت موجود قبل نماز خطیب بھی پڑھا گیا۔ پھر نماز ظہر قصر اور نماز جمعہ دونوں کی رکعتیں برابر پھر بھی جمعہ مانع ادا و نسک ہو اور ظہر مانع نہوا سکے کیا معنی۔ اسکے علاوہ اسوقت کون سے نسک ادا کرتے تھے کہ وہ وجہ ترک جمعہ ہو سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہو کہ عرفہ میں نہ سفر نہ وجہ ترک جمعہ ہو سکتا ہے نہ نسک! اب سکو ادا کیے ہو سکتا ہے صحرا ہوگی وجہ سے وہاں جمعہ جایز نہیں۔ اسی لئے شاہ ولی اللہ مرحوم نے لکھا ہے کہ درستی اہل علم علت نمی تواند شد الا بودن ایشان در صحرا۔ اب ان تمام تقریرون سے حضرات غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ نماز جمعہ ہر جگہ واجب ہے ایسا باطل ہو جاتا ہے کہ عمر بھران کو اسکا دل غریب گاہ بہ گاہ تھوڑی دیر کے لئے معترض صاحب کی خاطر سے اس کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ عرفات میں نسک کی وجہ سے نماز جمعہ نہیں پڑھی گئی مگر اسکے ساتھ ہی ادا کا معترض صاحب کو یہ ماننا پڑیگا کہ عرفات میں نماز جمعہ فرض نہیں پس حضرات غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ عبد مملوک اور عورت اور بھی اور مریض کے سوا سب پر نماز جمعہ فرض ہوگا شمس فی نصف النهار باطل ہو گیا کیونکہ یہ پانچوانے مستثنیٰ ہر ثانیاً جب نسک وجہ ترک جمعہ ٹھہریں گے تو لازم آتا ہے کہ منائیں بھی بوجہ نسک معترض صاحب کے نزدیک جمعہ فرض ہو تو کہ مقام عرفات میں ترک جمعہ کی وجہ اگر صحرا ہو تو پھر کیا وجہ ہو کہ مولف کے یہاں منائیں جمعہ فی الموسم درست ہو الخ

اقول منائیں مکانات میں چند کوچے بھی ہیں حج کے زمانے میں وہاں بازار قائم ہو جاتے ہیں جسکی وجہ سے وہ بزمان حج ہر جگہ ہو جاتا ہے اور حکام موجود رہتے ہیں اسوجہ سے جامع یعنی ہو جاتا ہے بخلاف عرفات کے کہ وہاں نہ ابنہ ہیں اور نہ وہاں کوچہ و بازار قائم ہوتے ہیں محض صحرا رہتا ہے فتح القدیر میں ہو قولہ ولہما انہما ایضاً تقصر فی الموسم

لا اجتماع من یفقد الاحکام و یقیم الحدود و الاوقاف و السکات و کبریٰ بین

فان لها سكا ويصير لها بالموسم اسواق اور در مختارین ہر مجازات الجمعة
 بمعنى في الموسم فقط لوجود الخليفة ادامير النجاشي اذ العراق اومحكة
 لوجود الاسواق والسكك اور مناين بزمانج وجود اسواق کا ثبوت صحیح بخاری
 سے بھی ثابت ہر جسکو ہم آگے چلے مباحث متعلقہ دلیل منقہ کی بحث سلب میں انشاء اللہ
 کہیں گے قولہ جن ائمہ کے نزدیک مناين جموع درست ہر ائمہ کے نزدیک بعض شرط متحقق
 نہیں اقول مناين بزمانج کل شرط مصر جامع پائے جاتے ہیں قولہ ان ائمہ نے جو
 قیدین حد مصر میں لگائی ہیں وہ سب مناين في الموسم پائی نہیں جاتیں اقول چونکہ اپنے
 عوارض شہر کو ذاتیات شہر سے سمجھ لیا ہر اسوجہ سے یہ دھوکا ہوا۔ ذاتیات مصر صرف
 وجود ابنہ و سکک و اسواق میں جیسا کہ ہم آگے چلے اسکو کا حلقہ ثابت کریں گے اور وہ
 مناين بزمانج یقیناً پائے جاتے ہیں قولہ چنانچہ خود مولف نے صفحہ ۹ میں مصر کی تعریف
 جو امام ابو حنیفہ سے نقل کی ہو اس میں لہار سائیتق کی قید ہو یعنی اس شہر کے علاقہ میں
 کچھ گاؤں ہوں اقول لہار سائیتق عوارض شہر سے ہونہ ذاتیات شہر سے۔ اس کے
 وجود عدم مصریت میں کچھ دخل نہیں چنانچہ علامہ عینی نے بنیایہ شرح ہدایہ میں جو امام ابو حنیفہ
 سے مصر جامع کی تعریف نقل کی ہو اس میں لہار سائیتق کی قید نہیں۔ وہ لکھتے ہیں عن
 ابی حنیفۃ المصر کل بلدۃ فیہا سکک و اسواق و والی ینصف المظلوم
 من ظالمہ و عالمہ یرجع الیہ فی المحادث و هو الاصح ذکرہ فی المفید و التحفۃ
 قولہ اسی صفحہ ۱۰ میں مولف امام ابو یوسف سے مصر کی حد یوں نقل کرتے ہیں۔ الخ
 اقول مصر کی حد تو وہی جو جس کو ہم اوپر لکھ آئے اس میں ان ائمہ میں اختلاف نہیں البتہ
 مصر جامع کی حد میں اختلاف ہو۔ امام ابو یوسف سے مصر جامع کی جو حدین منقول ہیں

وہ بھی منا پر زمانہ جج ضرور صادق میں جیسا کہ ہم پہلے اوپر لکھ چکے اور تفصیلاً آئندہ لکھیں گے
 قولہ صلاۃ تو عرفات میں بھی موجود ہے ایمر الحجاز جمعہ درست ہونا چاہئے اقول بند خدا
 مصر اور مصر جامع میں عدم فرق کی وجہ سے آپ کو دستور کا ہو رہا ہے۔ ان دونوں کے مفہوم
 میں جو فرق ہو اسکو ہم آگے بیان کریں گے۔ بہر کیف منا کا مصر ہونا۔ ایمر الحجاز وغیرہ کی وجہ
 نہیں ہے۔ بلکہ اسکی مصریٰ صرف وجود ابنیہ و سلاک اسواق سے ہے۔ البتہ ایمر الحجاز وغیرہ
 کی وجہ سے وہ جامع بھی ہو جاتا ہے۔ اور عرفات میں سلاک اسواق و رکنار وہاں وجود
 ابنیہ تک نہیں۔ پس وہ مصر تو درکنار قریہ تک نہیں ہوا یہ میں لکھا ہے و لا جمعة بعرفات
 فقولہم جمیعاً لانا فضاء و بمنی ابنیہ۔ اور در مختار میں ہے و لا بعرفات
 لانا فضاء شامی حاشیہ در مختار میں ہوا یہ برتہ لا ابنیہ فیہا۔ پس
 مقرض صاحب کے کل اعتراضات یہاں منثور ہو گئے۔

مباحث تعلقہ دلیل سوم

قولہ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کچھ لوگ ایک جمہ کو آتے تھے اور کچھ لوگ دوسرے جمہ کو۔ الخ
 اقول حافظ ابن حجر نے مینتابون کی تفسیر فتح الباری میں یون کی ہوا یہ محض وہ
 نوبت جس کو ذرا بھی علم ادب سے مہارت ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ محض وہ نوبت ہے
 معنی ہیں کہ بارے بارے لوگ وہاں حاضر ہوتے تھے اور مینتابون کے یہی معنی
 لینا ضرور ہے کیونکہ بعض روایات بخاری میں مینتابون ہو چنانچہ مینتابون نے
 فتح الباری میں لکھا ہے و فی ایۃ مینتابون او مقرض صاحب کو اسکا اقرار ہے کہ تاویل
 کے معنی بارے بارے آئے ہیں اس میں بھی معنی یہاں مینتابون کے لینا ضرور ہے۔

قولہ بلکہ اسکا مطلب یہ کہ وہ لوگ جس طرح ایک جمہ کو آتے تھے اسی طرح دوسرے جمہ کو
 بھی آتے تھے و لہٰذا قولہ طلب بالکل غلط جیسا کہ ابن حجر کے قول ثابت ہوا و لطفہ
 کہ معترض صاحب تو یوں بیان کرتے ہیں اور ان کے بنا یہی صاحب کسریٰ مین
 لکھتے ہیں کہ انتیاب کے معنی پے درپے آنے کے ہیں یعنی کچھ لوگ پہلے آتے کچھ بعد
 دیکھتے ابطال حق مین کیا کیا غلطیاں و یلین کیجاتی ہیں۔ اور مدینہ طیبہ کے عوالی و قرنی سے
 سب مسلمانوں کا جمہ کو آنا عتقاد بھی باطل ہے کیونکہ حوالی مدینہ مین سیکڑوں مسلمان رہتے
 تھے اگر سب آتے تو مسجد نبوی مین گنجائش محال تھی قولہ نہایت مین جو انتیاب پہلے آمدن
 يقال فلان انتیاب القوم ای اقامہ مرۃ بعد آخری و ہوا فتعال من
 النبوة اقول سبحان السراج کی عبارت جو معترض کے سراسر خلاف ہے مفید نہ عا
 سمجھ کر کس دیری سے پیش کیجاتی ہے۔ صراح مین انتیاب کے معنی ہمیشہ آنے کے کہان
 ہیں جو مفید معترض ہو سکتے ہیں بلکہ پہلے آمدن سے صرف کثرت آمد و رفت مستفاد
 ہوتی ہے۔ مرۃ بعد آخری کا بھی یہی مفہوم ہے قولہ رہا استناد بقول حافظ ابن حجر سو یہ صحیح نہیں
 کیونکہ حافظ ابن حجر کی تقریر بنا بر روایت یتنابون ہوا الخ اقول علامہ قرطبی کا قول
 بنا بر روایت یتنابون ہے۔ اسی کی گرفت حافظ نے کی ہے اگر یتنابون کے معنی
 ہوتے کہ سب لوگ جمع مین پے درپے آتے تھے تو وہ یہ کیوں لکھتے لوکان واجبا
 علی اهل العوالی ما تنادوا و لکانوا الحضور و جمیعاً۔ حافظ ابن حجر کے
 علاوہ بھی دوسرے محدثین نے یتنابون والی روایت سے خارج الامر کی نسبت
 عدم وجوب جمہ کا استدلال کیا ہے۔ علامہ شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار مین لکھا ہے۔ ورح
 لکان الناس یتنابون الجمعا من منازلهم و ہو بفتح حاء ای بحضورہا

توباً و فیہ انا لا یجب الجمعة علی من هو خارج المصر و الا یخرجون حیث
 قولہ گو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں یستنادون ہی یا
 ہی لیکن یہ پتہ نہیں دیا کہ فلان کتاب کی روایت میں یہ لفظ آیا ہی اقول اب تو معترض
 صاحب زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگے حافظ ابن حجر جو ائمہ اہل نقل سے ہیں
 انکی نسبت بھی ایسا کلام فرمانے لگے۔ بندہ خدا جب حافظ نے یہ لکھا کہ ایک روایت
 میں یستنادون آیا ہی تو یہ ضرور قابل تسلیم ہے کہ صحیح بخاری کے بعض نسخ میں یہاں
 یستادون یستادون مروی ہو قولہ ہم نے جہاں تک کتب حدیث کو دیکھا
 سب میں یستادون ہی پایا اقول آپ کی وسعت نظر کا حال تو خوب معلوم ہے
 اور کتابوں کو جاننے دیجئے ذرا ایمان سے فرمائیے کہ روایۃ صحیح بخاری میں سے
 کس کس کا نسخہ حضور کی نظر سے گزرا ہے۔ بہر کیف صرف حافظ ابن حجر نے یہ نہیں کہا بلکہ
 اکثر شرح بخاری لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں یستادون آیا ہی قولہ بر تقدیر ثبوت
 من مناذلہم اسکا مزاحم ہی کیونکہ اس تقدیر پر یہ کہنا بھی پڑیگا کہ اہل مدینہ پر بھی نماز بعد قمر
 نہ تھی کیونکہ جس طرح اس قول میں اہل عوالی کے آنے کی حکایت ہے اسی طرح اہل مدینہ کے
 آنے کی بھی حکایت ہو بدلیل اسکے کہ منازل سے مراد یہاں منازل مدینہ ہیں اقول شاید
 مراد منازل مدینہ ہرگز نہیں کیونکہ فیاتون فی الغبار اسکا مزاحم ہی بلکہ منازل سے مراد
 مراد ہیں جو مدینہ کے قریب ہیں چنانچہ علامہ قسطلانی نے لکھا ہے من مناذلہم القریۃ
 من المدینۃ قولہ کیونکہ عوالی میں مدینہ کے ارد گرد کی کل بستیوں شامل ہو چکی ہیں
 اقول معترض صاحب کی یہ سخت غلطی فاش ہے کہ مدینہ کے ارد گرد کی کل بستیوں کو عوالی
 میں داخل کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں والعوالی عبارتہ عن

القری المجتمعة حول المدينة من جهة نجد هاد اماما كان من جهة قنات
 فيقال لها السافلة. اور علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہوا العوالی جمع عالیہ
 مواضع وقری شرقی المدینة اور کواکب الدراری شرح بخاری میں ہوا العوالی
 هو جمع عالیہ وہی مواضع وقری بقرب مدینة رسول اللہ ﷺ
 علیہ وسلم من جهة المشرق من میلین الی ثمانیۃ امیال اور مجمع البحار میں ہے
 العوالی قری شرقی المدینة جمع عالیہ۔ ان اقوال سے کما حقہ ثابت ہو
 کہ عوالی میں وہی بستیان داخل ہیں جو جانب نجد واقع ہیں۔ اور جو بستیان جانب تہا
 واقع ہیں ان کو عوالی نہیں کہتے **قولہ ثانی** یہ بحث ہو کہ تصریحات فقہاء احناف مولف
 کے اس دعوے کے کہ اہل عوالی پر نماز جمعہ فرض نہ تھی مزامحم میں ملح **اقول** ہم اور
 کرچکے کہ تحدید بمسافت محققین حنفیہ کے نزدیک قول غیر معتبر ہو۔ پس جو عوالی کہہ لے لے
 نہ تھے وہ ان کے باشندوں پر نماز جمعہ فرض نہ ہی اور مقرر صحت ہے جو اقوال کہ
 تحدید بمسافت کے باب میں نقل کئے ہیں وہ مرجوح و غیر معتبر ہیں **قولہ اس کے علاوہ** کہ
 اہل عوالی پر نماز جمعہ فرض نہ تھی تو وہ لوگ کیوں علی سبیل الاتزام ہر جمعہ کے لئے مدینہ تک
اقول ہم اوپر ثابت کرچکے کہ کل لوگ عوالی سے ہرگز نہیں آتے تھے **قولہ** لیکن اس شہر کے
 ارد گرد کی بستیوں میں جمعہ کا ہونا ممنوع نہیں **الحال** **اقول** جب یہ ثابت ہو گیا کہ مدینہ غیبیہ
 میں سب اہل عوالی نہیں آتے تھے اور مدینہ طیبہ کے سوا مدینہ کے عوالی وقری میں کس
 نماز جمعہ نہیں ہوتی تھی تو اس سے اتنا تو صاف صاف ثابت ہو گیا کہ اہل عوالی وقری
 پر نماز جمعہ فرض نہ تھی ورنہ سب کے سب حاضر ہوتے۔ رہ گیا یہ امر کہ ان مقامات میں نماز جو
 ممنوع تھی وہ یوں ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہاں نماز جائز ہوتی تو جو لوگ جمعہ کے روز مدینہ

میں حاضر نہیں ہوتے تھے وہ بنظر حصول ثواب اپنی اپنی بستیوں میں نماز جمعہ ضرور پڑھ لیتے
 قولہ درہ اس مدینہ طیبہ کے دیگر مساجد میں بھی جمعہ کا ہونا ممنوع نکلتا ہے گا اقول چونکہ
 مدینہ کے سب مسکنین مسجد نبوی میں حاضر ہو جاتے تھے اس سبب دیگر مساجد مدینہ میں
 نماز جمعہ قائم نہ ہونے سے یہ نہیں نکلتا کہ وہاں نماز جمعہ ممنوع تھی۔ بخلاف عوالی و قری
 کہ وہاں کے لوگ مدینہ میں سب حاضر نہیں ہوتے تھے پھر بھی اپنی اپنی بستیوں میں نماز جمعہ
 قائم نہیں کی قولہ پھر کیا وجہ ہو کہ مولف کے یہاں ایک شہر میں دو جگہ جمعہ جائز کہا گیا حالانکہ
 امام بیہقی کے قول منقولہ بالا سے امر بظنی واضح ہو کہ آپ کے زمانہ میں سوائے مسجد نبوی کے
 کسی دوسری مسجد میں جمعہ نہیں ہوتا تھا اقول ہم اوپر لکھ چکے کہ مکلفین مدینہ سب کے
 سب مسجد نبوی میں اگر نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ اور چونکہ سب لوگوں کی گنجائش مسجد نبوی میں
 ہوجاتی تھی اسوجہ سے دوسرے مساجد مدینہ میں جمعہ قائم نہ ہوا۔ اور اگر مدینہ طیبہ بہت بڑا
 غہر ہوتا اور مسجد نبوی میں انکی گنجائش نہ ہوتی تو مدینہ طیبہ کی کسی دوسری مسجد میں بھی نماز جمعہ
 قائم ہوجاتی۔ پس دوسرے مساجد مدینہ میں نماز جمعہ قائم نہ ہونے سے یہ ہرگز نہیں نکلتا کہ شہر و
 میں تعدد نماز جمعہ ممتنع ہو۔ بخلاف اہل عوالی و قری کہ مدینہ میں سب کے سب آتے بھی نہیں تھے
 پھر بھی ان لوگوں نے اپنے مواضع میں جمعہ قائم نہیں کیا۔ جس سے یہ ضرور نکلتا ہو کہ
 ان کو اپنے یہاں جمعہ قائم کرنا درست نہیں تھا۔ ان اگر مسجد نبوی میں جمعہ کے روز
 اون نمازیوں کی گنجائش نہ ہونی جسکی وجہ سے کچھ لوگ پھر جاتے پھر بھی کسی دوسری مسجد مدینہ
 میں جمعہ قائم نہ ہوتا تو اس سے ایک شہر میں تعدد جمعہ ضرور ممتنع نکلتا۔ خلاصہ یہ ہو کہ امام بیہقی کے
 قول سے وہ نتیجہ جو معترض صاحب نے نکالا ہے ہرگز صحیح نہیں اور ایک شہر میں تعدد نماز جمعہ کا جواز
 حضرت علی کے اس اثر سے ثابت ہے مولانا بحر العلوم نے مسائل الارکان میں لکھا ہے و لکن

ما صحیح عن امیر المومنین علیؑ انہ امر بتعدد الجمعة وهذا الاثر صحیح
صحیح ابن تیمیہ فی منهاج السنة انتہی کلاماً قولہ اسکے علاوہ الہدایت
یہ نہیں کہتے کہ خواہ مخواہ حوالی شہر میں بھی جمعہ کا قائم کرنا واجب ہو بلکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر
وہ لوگ شہر میں اگر جمعہ پڑھیں تو بہتر ہی اقول مقرض صاحب نے اعتراضات کی
بھرا کی وجہ سے اتنا کہہ دیا ورنہ آج تک کسی غیر مقلد نے یہ نہیں لکھا کہ حوالی شہر والے
اہل قریٰ کو شہر میں اگر جمعہ پڑھنا بہتر ہو اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ اُن کا یہ مذہب ہو تو
یقولون ما لا یفعلون کے مصداق ہیں زبان سے جو کچھ کہتے ہوں مگر انکی
عملی کارروائی اسکے بالکل خلاف ہو زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو کہ جن حضرات
غیر مقلدین کے قریہ میں ان کی مسجد موجود ہے کبھی وہ بالقصد شہر میں اگر جمعہ وعیدین ادا
نہیں کرتے۔ اور یاد دیکھو اُن میں علماء بھی ہیں بے تکلف اپنے قریہ ہی میں جمعہ وعیدین
پڑھا کرتے ہیں۔ اللہ اللہ آئین بالجہد و رفع الیدین پر تو اس قدر اصرار اور جمعہ کے باب
میں اس قدر تساہل کہ سارا دعویٰ اتباع سنت بالاطلاق یہ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا
بہر کیف مقرض صاحب نے جو بعض مواقع میں اولویت کا اقرار فرمایا اس سے اُن کی
برائت کیونکر ہو سکتی ہے قولہ مولف نے دیباچہ میں الہدایت کو غیر مقلد کے لقب یاد کیا ہے الخ
اقول اگر آپ حضرات اس لقب سے خوش نہیں تو نہوں مولف کے نزدیک اس سے
بڑھ کر کوئی مناسب لقب جس میں کسی قسم کا سب و شتم نہیں ہو دوسرا نہیں ہے۔ پھر اس لقب کے
نفرت اور چرکیوں سے اور آپ حضرات نے جو اپنا لقب الہدایت رکھا ہے۔ وہ مصداق
مع برعکس نہ نہ نام زنگی کا فوراً ہو اسکے علاوہ اس لقب سے یاد کرنے میں جو پہلو نکلتا ہے
وہ ظاہری۔ میرے پیارے دوست آپ حضرات کو مولف کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے

کہ وہابی و لامذہب ایسے القاب تمام نہیں کرتا۔ ورنہ بہتر سے خفیہ تو آپ حضرات کو
 کیا کچھ لکھ جاتے ہیں۔ تعجب ہو کہ شکرہ کے عوض میں آپ الٹی شکایت تحریر فرمائی کہ
 باقی مولف نے جو صفحہ محولہ کے حاشیہ پر قبل عبارت منقولہ بالا امام ربیع کا یہ قول نقل کیا
 قبائل العرب كانوا مقيمين حول المدينة وما كانوا يصلون الجمعة ولا امر
 النبي صلى الله عليه وسلم بها اه سوا اسکا کیا مطلب یہ الخ اقول جس کو
 ذرا بھی علم ادب سے مہارت ہو وہ سیاق عبارت سے سمجھ سکتا ہو کہ اس قول کا مطلب
 یہی ہو کہ قبائل عرب جو مدینہ کے گرد رہتے تھے انکی ایک جماعت علی سبیل الاتزام نماز جمعہ
 پڑھتے ہی نہ تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس امر کا حکم کیا کہ تم مدینہ میں
 اگر نہیں آتے تو اپنے ہی یہاں جمعہ پڑھ لیا کرو۔ پس حسب تقریر بالا اس سے نکلا کہ
 اُن لوگوں کو اپنے قرعہ نماز جمعہ قائم کرنا درست نہ تھا۔

مباحث متعلقہ دلیل چہارم

۱۶
قول حضرت عثمانؓ کا عنوان بیان صاف اس بات پر دال ہو کہ انھوں نے جماع
 عیدین کی وجہ سے ان اہل عالیہ کو گھر جانے کی اجازت دی کیونکہ جماع عیدین اُن کے
 نزدیک مسقط جمعہ ہوا قول اگر حضرت عثمانؓ کے نزدیک جماع عیدین مسقط جمعہ ہوتا
 فمن احب من اهل العالیۃ کیونکہ کہتے۔ اہل عالیہ کی تخصیص کسی بلکہ فمن احب
 منکم فرماتے کہ اہل مدینہ بھی شامل ہو جاتے غرض کہ صرف اہل عالیہ کو گھر واپس جانے
 کی اجازت دینے سے صاف ثابت ہو کہ چونکہ خارج المصر ہونے سے اُن پر جمعہ فرض تھا
 اسوجہ سے ان کو اجازت دیدی۔ یہی وجہ ہو کہ موطا میں اس اثر کو باب لا جمعہ

فی العوالی کے تحت میں لکھا ہے قولہ صریح اس بات پر دال ہے اقول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
قد اجتمع لکم فی یومکواہذا عیدان الخ ہرگز اس پر دال نہیں کہ اجتماع عیدین اُن کے
نزدیک مستط جمعہ ہے بلکہ اس پر دال ہے کہ نماز جمعہ پڑھنے کی علت غائی جو اجتماع الناس
ہو وہ تو نماز عید سے حاصل ہو چکی اور اہل عالیہ پر نماز جمعہ فرض بھی نہیں پس زیادہ انتظار
کی مشقت اٹھانے کی ضرورت نہیں جسکا جی چاہے رہے جسکا جی چاہے گھر واپس

چلا جائے

مباحث متعلقہ لیلۃ النجم

قولہ اس اثر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز جمعہ مقام زادہ میں کبھی پڑھتے اور کبھی
نہیں پڑھتے اقول مولف نے اس اثر کا یہ مطلب لکھا کہ جو آپ اس کی نفی کرنے لگے
مولف نے تو اسکا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب وہ زادہ میں رہتے تھے تو جمعہ نہیں پڑھتے
تھے۔ مقرر صاحب سے اظہار مدعا میں یقیناً چوک ہوئی ہے۔ (مقام زادہ میں) اتنا
لفظ یقیناً بے محل ہے قولہ بلکہ اس اثر کا یہ مطلب ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز جمعہ مقام زادہ
میں پڑھتے تھے اور کبھی مقام زادہ میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ بعصرہ میں اگر پڑھتے تھے اقول
اس اثر میں جو احیاناً الجمع والاحیاناً الجمع ہوا اسکا مطلب صرف اس قدر ہوا کہ کبھی
وہ جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں۔ اب رہا یہ امر کہ کہاں وہ جمعہ پڑھتے تھے بظاہر یہ بھی احتمال ہے
کہ زادہ میں پڑھتے تھے اور یہ بھی محمل ہے کہ بعصرہ میں اگر پڑھتے تھے۔ چونکہ دونوں احتمال ہیں
لہذا پہلے حافظ ابن حجر نے کہا قولہ الجمع ای یصلی بمن معہ اذ یشہد الجمعة
البصری مگر یہ احتمال دوسری روایت ملنے سے مدفوع ہو جاتا ہے اور احتمال ثانی کو
ترجیح ہو جاتی ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے وہ زادہ میں اذ یشہد

من وجه آخر عن انس انه كان يشهد الجمعة من الزاوية وهي على فسخين
 من البصرة وهذا يدل على من سنعلم ان الزاوية موضع بالمدينة النبوية
 كان فيه قصر لانس على فسخين منها ويرجح الاحتمال الثاني. ويكفي آخر ما
 ابن حجر في احتمال ثاني كورن جمع قرار ديا. پس اس تقدير پر احيانا مجمع کا مطلب یہی ہوا
 کہ وہ بعض اوقات بصرہ میں اگر جمعہ پڑھتے تھے پس احيانا لا مجمع کا مطلب یہی کہنا
 پڑیگا کہ وہ بعض اوقات جمعہ پڑھتے ہی نہیں تھے یعنی جب بصرہ نہیں آتے تھے۔ اور
 زاویہ میں رہ جاتے تھے تو جمعہ ترک کر دیتے خلاصہ یہ کہ جب پہلے جملہ کا مطلب بوجہ روایت
 دیگر متعین ہو گیا کہ وہ بعض اوقات جمعہ بصرہ میں آکر پڑھتے تھے تو جملہ ثانیہ کا مطلب
 یہ ہو نہیں سکتا کہ بعض اوقات زاویہ میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ بصرہ میں آکر پڑھتے تھے۔
 کیونکہ اس تقدير پر دونوں جملوں کا مال ایک ہی ہو جاتا ہے پس مولف نے جو یہ لکھا ہے کہ اس
 اثر سے بھی ثابت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے نزدیک قریہ میں نماز جمعہ فرض نہ تھی بہت صحیح لکھا ہے
 اور اسی مطلب کے قریب قریب علاء قسطلانی نے بھی لکھا ہے کہ کان انس یری ان التجمع
 ایس بجم بعد المسافة قوله علامہ عینی عمدة الساری ص ۱۷۱ ج ۱ میں لکھتے ہیں قوله
 یجمع بضم الياء وتشديد الميم ای یعملی الجمعة بمن معہ او يشهد الجمعة
 بمجامع البصرة اقول مقرر صاحب نے دعویٰ کیا کہ مجمع کا مطلب یہ ہے کہ
 زاویہ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے اور دوسرے احتمال راجح کو نظر انداز کر دیا اور تائید میں ایسا
 قول پیش کیا جس میں دونوں احتمالات مذکور ہیں۔ بہر کیف ہم اوپر ثابت کر چکے کہ احتمال
 اول مرجح ہے اور مجمع ہی احتمال ثانی ہے قوله اسکے علاوہ نماز عید کی بابت حضرت
 انس رضی اللہ عنہ کا یہ فعل صحیح بخاری میں ہے و امر انس بن مالك الخ اقول یہ اثر ضعیف ہے

امام بخاری نے اسکو بلا سند تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اور جن طرق سے کہ موصول مروی ہو ضعیف
ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے و هذا الاثر و صلاہ ابن ابی شیبہ عن
ابن علیہ عن یونس ہوا بن عبید حدثنی بعض آل انس ان انساً کان
ربما جمیع اہلہ و حشمہ یوم العید فیصلی بہم عبد اللہ بن ابی عتبہ مولی
رکعتین والمراد بالبعض المذكور عبد اللہ بن ابی بکر بن انس بروای البیہقی
من طریقہ قال کان انس اذا فاتتہ العید مع الامام جمع اہلہ فصلی بہم
مثل صلاۃ الامام فی العید۔ و یحییٰ بن ابی شیبہ نے جو اسکو موصول کیا ہو اس کی
سند میں بعض آل انس جو جو موصول ہو۔ رگیا یہ امر کہ حافظ نے جو یہ لکھا کہ اس سے مراد عبد اللہ بن
ابی بکر بن انس ہیں تو اس امر میں ان کا استدلال بیہقی کی روایت سے جواب دیکھو کہ
بیہقی نے اسکو کس سند سے روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔
قال البیہقی فی السنن اخبارنا ابو الحسن الفقیہ و ابو الحسن بن ابی سعید الاسفرائینی
حدثنا ابن سہل بشر بن احمد حدثنا حمزہ بن محمد الکاتب
حدثنا نعیم بن حماد حدثنا ہشیم عن عبد اللہ بن ابی بکر بن انس بن
مالک قال کان انس بن مالک اذا فاتتہ صلاۃ العید مع الامام جمع اہلہ
یصلی جمع مثل صلاۃ الامام فی العید اس روایت میں ایک شیم ہیں جو
اکثر اہل حدیث میں اور عنہ اس کا مقبول نہیں۔ و ستر نعیم بن حماد میں جن کی نسبت الخوہرقی
میں ہے بیہقی نے نعیم بن حماد قال النسائی ليس بثقة وقال الدارقطني كثير الوهم
و قال ابو الفتح الخزرجي قال بن عدي قالوا كان يضع الحديث في تقوية البنية
و حکایات منورۃ فی ثلث ابی حنیفہ کا لکھنا کذب انتہی اور حافظ ذہبی نے

میران میں لکھا ہے علی بن فی حدیثہ اور تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے وکالیجہ بہ اور حاکم
ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے صدوق بخطی کشیدہ۔ خلاصہ یہ کہ اثر انس کو امام بخاری نے
جلاست نقل کیا ہے اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے جو سند کے ساتھ نقل کیا تو اس میں بعض
آل انس ہے جو بھول ہے۔ اور یہ جمالت یہی ہے کہ روایت سے جو رشح ہوتی ہے تو اس میں
دور اوی بخاری میں اس کے علاوہ عبد اللہ بن ابی بکر بن انس کی توثیق کتب رجال میں
پائی نہیں جاتی۔ البتہ عبد اللہ بن ابی بکر بن انس ثقات سے ہیں۔ اور اگر یہ کہے کہ
عبد اللہ کے عوض عبد اللہ سہو کا تب ہے۔ صحیح عبد اللہ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حاکم
نے بھی عبد اللہ لکھا ہے۔ یہی ہے کہ سند جو عینی ہے نقل کی ہے انہیں بھی عبد اللہ ہے۔
الجوہر النقی میں بھی جو الہی عبد اللہ لکھا ہے۔ البتہ علامہ عینی نے بعض آل انس سے جو
المراد عبد اللہ بن ابی بکر بن انس لکھ ہے۔ مگر جب کسی کتاب میں عبد اللہ لکھا
ہے تو کیونکر تسلیم کیا جائے کہ یہی ہے کی سند میں عبد اللہ جو عبد اللہ ہے۔ بہرہوت
اثر انس ضعیف ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ کل تعلقات بخاری صحیح ہیں تو یہ امر قابل تسلیم نہیں
کیونکہ صحیح بخاری کے تعلقات کے بعض رجال ضعیف بھی ہیں چنانچہ حاکم نے جو
مقدمۃ فتح الباری میں لکھا ہے ابراہیم بن اسماعیل بن جمح الا انصاری ضعیف
عندہم علق لہ وصفا واحدا۔ اور تقریب میں ان کی نسبت لکھا ہے ضعیف
اہم کہتے ہیں کہ اگر یہ اثر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو معارض جو حضرت علی کے اس
اثر صحیح بخاری جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع تشریق کے معنی صلوات اللہ علیہ میں
جیسا کہ آگے اسکی تشریح آئیگی۔ اور چونکہ حضرت انس کے آگے سے بہت علو کو زیادہ
تشریف بہت حاصل تھا۔ ولفہ واجتہاد اور کلمہ پاس میں ان کو درجہ اولیٰ ہے۔ ہر حال میں

اسوجہ سے حضرت علی کے اثر کو ترجیح ہوگی ^{قوله} اور نیز عمدۃ القاری میں بحوالہ سہمی یہ منقول ہے
عن انس الخ قول عمدۃ القاری میں بعد نقل روایت مذکورہ بالا یوں لکھا ہے قال ویدکر
عن انس الخ اس سے یہ ثابت ہو کہ یہی نے اس اثر کو بلا سند نقل کیا ہے۔ مقرر ض حسب
اس خیال سے کہ اس کا ضعف ظاہر نہ ہو دیکر کے لفظ کو حذف کر کے لکھا کہ ناظرین
یہ سمجھیں کہ یہی نے اس کو سند کے ساتھ روایت کیا ہو گا۔ ہم مقرر ض حسب کی دیانت کی نسبت
کیا تمحیص ناظرین خود فیصلہ کر لیں ^{قوله} اور مولف کے یہاں اس باب میں جمعہ وعیدین
کا ایک حکم ہے الخ اقول بیشک حنفیہ کے نزدیک اس امر میں جمعہ وعیدین یکساں ہیں
اور بیشک روایت و درایت یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز عیدین بھی قرئی ہیں جائز نہیں۔ مگر آپ مائین
کہ آپ اس صلوٰۃ العید فی القرئی لیل کیا ہے جمعہ کے بارے میں تو ٹوٹی پھوٹی کچھ دلیل بھی
آپ حضرات پیش کرتے ہیں صلوٰۃ العید کے بارے میں تو بفضلہ تعالیٰ مصلح صاف ہے نہ
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی قرئی میں عید پڑھنا ثابت نہ اذن نبوی ثابت نہ زمانہ نبوی میں
کسی کا عید قرئی میں پڑھنا ثابت اور نہ بعد زمانہ نبوی کسی صحابی کا بسند صحیح قرئی میں عید
پڑھنا ثابت پھر خواہ مخواہ آپ حضرات قرئی میں نماز عید پڑھنے کا کیوں فتویٰ دیتے ہیں
کیا انصاف ہے کہ میں کلمات تراویح تو بدعت عمری کہلاتے اور اذان اول جمعہ بدعت
عثمانی قرار دیجاتے اور صلوٰۃ العید فی القرئی بدعت نہ ہو۔ رہا استناد باثر انس اسکی نسبت
ہم ثابت کر چکے کہ اسکی سند ضعیف ہے۔ اور اثر علی کے معارض ہوا اسکے علاوہ اثر انس
سے جب کو یہی نے روایت کیا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ زادی میں اسوقت نماز عید پڑھتے تھے
کہ ان کو امام کے ساتھ نماز عید نہیں ملتی تھی۔ غرض کہ اگر اثر انس کو صحیح بھی تسلیم کر لیں۔ اور
معارضہ کا بھی کچھ خیال نہ کیا جائے پھر بھی یہ اثر آپ حضرات کی عملی کارروائی کے خلاف ہے۔

مباحث متعلقہ دلیل ششم

قولہ روایت موقوف ہر مرفوع نہیں اقول بیشک موقوف ہو کر کیا موقوف استدلال است
 نہیں اگر درست نہیں ہو تو آپ نے اثر انس کو کیوں معرض استدلال میں پیش کیا ہو قولہ
 خیار مرفوعہ و آثار موقوفہ جو آئندہ مذکور ہوں گے وہ سب اسکے معارض ہیں۔ اقول
 جن روایات کو مقرر صاحب اسکے معارض سمجھتے ہیں ان میں بعض تو صحیح الاسناد
 ہیں اور بعض صحیح الاسناد ہیں ان میں رفع تعارض باسانی ممکن ہو گا بھی قولہ
 یہ اثر خود مولف کے بھی خلاف ہے الخ اقول اس اثر ابن عمر سے دوسرے مستفاد ہو
 ہیں ایک یہ کہ جو شخص نماز جمعہ پڑھ کر شام تک گھر واپس آ سکتا ہو اس پر نماز جمعہ واجب ہو
 دوسرا یہ کہ جو شخص کہ شہر سے دور رہتا ہو کہ نماز پڑھ کر شام تک گھر واپس نہیں آ سکتا اس پر
 جمعہ واجب نہیں۔ امر ثانی جو مبطل دعویٰ ممکن ہو اس سے استدلال اس وجہ سے
 درست ہو کہ کوئی روایت صحیحہ اسکے معارض نہیں۔ اور امر اول میں چونکہ منقطع اجتہاد ہو کہ فقہ
 مصر کی حد ابن عمر کی نزدیک یہ ہو کہ جان کے لوگ جمعہ پڑھ کر شام تک گھر واپس آ سکتے ہیں
 جیسا کہ بعض فقہاء کا مذہب ہے۔ چونکہ یہ امر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یقیناً
 والی روایت کے معارض ہو اس وجہ سے قابل استدلال نہیں۔ پس جو امر کہ قابل استدلال
 تھا مولف نے اس کو معرض استدلال میں پیش کیا اور جو امر کہ بوجہ تعارض و احتمال
 حطافہ فی الاجتہاد قابل استدلال نہ تھا اس کو نظر انداز کیا۔ اور مولف ہی پر کچھ
 موقوف نہیں۔ ایسے مواقع میں تمام محدثین و مجتہدین و اہل علم کا یہی طریقہ ہو

کما لا یخفی علی الماہرین

مباحث متعلقہ دلیل مہتمم

قولہ اولاً بحث اس دلیل پر ہو کہ یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے قول
 چونکہ ہول حدیث میں یہ ثابت ہو کہ قول صحابی جو مالا یعقل بالراۃ سے ہوتا ہوا وہ
 معنی مرفوع ہوتا ہے لہذا یہ قول علی جو اسی قبیل سے ہو گیا قول نبوی ہے قولہ اور کسی امر کا فرض ہونا
 صحابہ کے قول سے ثابت نہیں ہوتا مجمع الانہر میں بعد نقل اس قول کے یہ مرقوم ہے لیکن ہذا
 مشکل جداً لان الشرط الذی هو فرض لا یثبت الا بطعی ما اقول یہ
 یہ اعتراض ہی مہمل ہے کیونکہ شرط مصر کو فرض کس نے کہا ہے جس کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہے
 البتہ نماز جموع کے لئے شرط مصر عند الحنفیہ واجب ہے جس کے لئے خبر احاد کافی ہے۔ اگر صاحب
 مجمع الانہر کے نزدیک شرط مصر فرض ہے تو ان پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے جو لوگ کہ اسکی فرضیت
 کے قائل نہیں بلکہ وجوب کے قائل ہیں ان پر یہ اشکال کیوں وارد ہونے لگا تعجب ہے کہ باوجودیکہ
 صاحب مجمع الانہر کا قوال ہے بھی غلط ہے کہ شرط مصر کو فرض کہہ دیا پھر بھی معترض صاحب نے اپنے
 قول کی تائید میں پیش کر دیا۔ قولہ ثانیاً یہ بحث ہے کہ اس روایت سے استدلال اس وقت
 صحیح نہیں ہو سکتا جب تک کہ مصر جامع کی تعریف بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول نہ ہو لے
اقول معترض صاحب کی اس تقریر سے لازم آتا ہے کہ حدیث قلتین بھی معترض کے
 نزدیک قابل استدلال نہ ہو کہ قلعہ کے معنوں میں اختلاف ہے پس جب تک قلعہ کے معنی
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ ہوں گے مولف اور ان کے ہم مشرب حضرات کا
 استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جتنے الفاظ کثیر المعنی ہیں اور ان کی تفسیر میں اختلاف
 ہے جب تک خاص قائل سے تعین معنی ثابت نہ ہو جائے تو بنا بر تقریر معترض ان سے

کچھ استدلال صحیح نہ ہوگا قول دیکھئے مٹ من مولف نے ہدایہ سے مصر جامع کی یہ تعریف نقل کی ہے
 والمصر الجامع كل موضع له امير وقاض يتفقد الاحكام ويقيم الحدود الخ -
 اقول اس تعریف میں لفظ موضع سے عام مقام مراد نہیں کہ وجود اہنیہ وغیرہ ہو یا نہ ہو کیونکہ صحرا
 میں جیسے میدان عرفات اگر امیر وقاضی پائے جائیں گے تو وہ ہرگز مصر جامع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ
 موضع سے مراد وہ مقام ہے جہاں وجود اہنیہ و سکک و اسواق ہو۔ کیونکہ یہ مصر جامع کی تعریف کی
 موضع سے مراد مصر ہے اور لہ امیر الخ جامع کی تعریف ہے۔ اور اگر بالفرض موضع سے عام
 مقام مراد ہو تو لہ امیر وقاض سے مراد یہ ہو کہ وہاں محکمہ امارت و قضا ہو اور جہاں کہیں
 محکمہ امارت و قضا رہتا ہو وہ شہر ضرور ہوتا ہو پس مقرض صاحب کا یہ فرمانا کہ ممکن ہو کہ
 حضرت علیؑ کے نزدیک بھی ایسا مقام قریہ ہی باقی رہے۔ محض غلط فہمی ہے کیونکہ جہاں محکمہ
 امارت و قضا ہو گا وہاں کوچ و بازار ضرور ہوگا۔ بلکہ وہ خاصہ چھا شہر ہوگا اس کے شہر ہونے سے
 کوئی انکار نہیں کر سکتا قول لہ امیر وقاض سے نزدیک یہ قریہ جامع کی تعریف ہے نہ کہ مصر جامع کی الخ
 اقول میں نے جو صاحب ہدایہ کے قول کا حسب بیان کیا اس سے کما حقہ ثابت ہے کہ ایسا
 مقام عطا کیا تمام عالم کے نزدیک مصر ہی ہوگا۔ اور عطا سے جو قریہ جامع کی تعریف نقول
 ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والحدود الخ لیس لہ اخذ یہ ہے بعض
 مثل جیدۃ تویہ تعریف بھی مصیبت کو اند کو یونکہ ہم اوپر کہ چکے کہ محکمہ امارت و قضا کو مصیبت
 نامصر ہے پس ایسے مقام کو قریہ جامع سے تعبیر نہ کرنا صحیح ہے اس سے حقیقت میں شہر ضرور ہوگا۔ اور
 مثل لہ کہنے سے کہ مصیبت اور حد و قضا کیونکہ یہ شہر مصر میں ہے اور
 نہ مصیبت کی اس سے ثابت ہو گیا کہ حد و قضا میں جامع کا لفظ آیا ہے تو قریہ سے معنی لغوی
 ہے جو زمین میں مقرر ہے۔ یا نسبت سطح زمین ہو کہ جہاں قریہ کا اطلاق کسی مقام پر ہوا ہے

غیر مصر سمجھنے لگتے ہیں۔ مگر طائف انطاکیہ وغیرہ پر قریہ کا اطلاق آیا ہو۔ ہم نہیں سمجھتے کہ کیا ان شہر کو بھی غیر مصر قرار دیں گے۔ قولہ ^{۱۹} اور یہ تو کوئی کم نہیں سکتا کہ عطا کے نزدیک قریہ جامعہ اور مصر جامع ایک شے ہو اس واسطے کہ عطا کے نزدیک اگر یہ دونوں ایک ہوتے تو مثال میں صرف جدہ ہی پر اقتصار فرماتے بلکہ مگر کو بھی ذکر فرماتے الخ اقول کیا مقول دلیل ارشاد ہوتی ہو کہ صرف جدہ پر اقتصار فرماتے۔ حضرت یہ بھی فرماتے ہیں کہ طائف و مین دو کو ذوق و بصرہ وغیرہ کو بھی ذکر فرماتے حضرت یہ تو فرماتے ہیں کہ جدہ شہر یافریہ۔ قولہ ^{۲۰} حالانکہ عطا کے نزدیک مصر جامع اور چیز ہے اور قریہ جامعہ اور چیز اقول ذرا یہ بھی ارشاد ہو کہ ان کے نزدیک مصر جامع کسکو کہتے ہیں اور قریہ جامعہ کیا ہو۔ اور مصر اور مصر جامع اور قریہ اور قریہ جامع میں کیا فرق ہو قولہ الحاصل مولف کا استدلال اس اثر سے اسی وقت درست ہو سکتا ہے جبکہ مولف پہلے مصر جامع کی تعریف حضرت علی سے نقل کر لیں الخ اقول ان سبکی تو کوئی مقرر نہیں کہ حضرت علی ہی سے تعریف مصر جامع منقول ہو مجتہدین مصر جامع کی جو تعریفیں کی ہیں ان میں سے کوئی تعریف اختیار کر لینا عمل کے لئے کافی ہے ان اگر حضرت علی سے مصر جامع کی کوئی تعریف منقول ہوتی تو البتہ اثر علی سے مصر جامع کے شرط جمود ہونے پر استدلال کرنا۔ اور مصر جامع کی کوئی دوسری تعریف اختیار کرنا ٹھیک نہ ہوتا۔ اور جب ان سے منقول نہیں ہو تو اپنے کسی مجتہد کے تفسیر اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر ارتقا خیال ہے کہ جامع کی تفسیر میں جس کا قول چاہئے اختیار کیجئے۔ مگر مصر ہونے کی قید ضرور ہے کیونکہ حضرت علی نے مصر جامع کہا ہے۔ ایک تو مصر ہونا چاہئے اور دوسرے جامع۔ ہم اس بحث کو آگے چلے انشاء اللہ تعالیٰ مفصلاً بیان کریں گے۔ قولہ ثالثاً یہ بحث ہے کہ کتب حنفیہ میں یہ صرح ہے کہ علاوہ اہم دو یا تین آدمی سے بھی جمود ہو جاتا ہے اور جب حنفیہ کے نزدیک صرف اتنے آدمیوں سے جمود ہو جاتا ہے تو پھر مصر جامع کی شرط سے فائدہ ہی کیا ہو۔ اقول شرط

دوسرے وہی فائدہ ہے جس کو ہم مقدمہ میں بیان کر آئے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ نماز جمعہ سے
 غرض سے ہو اگر کثرت جماعت شوکت اسلامی مقصود ہو تو پھر حضرات غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ
 دو آدمیوں سے کیوں ہو جاتا ہو اور جب اتنے آدمیوں سے جمعہ ہو جاتا ہو تو ظہر کے بدلے جمعہ سے
 کیا فائدہ۔ اسی طرح جب منفرد کی نماز پنجگانہ ہو جاتی ہو تو پھر جماعت کی تاکید سے کیا فائدہ۔
 معترض جیسے کہ ایسے ایسے اعتراضات ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ انہیں کہاں تک علم و فہم کا مادہ ہے۔
 قولہ اس واسطے کہ مصر جامع کی شرط تو اسی غرض سے نہ ہو کہ اگر مصلی لوگ فوجداری کریں تو حاکم ان کو
 روکے **الہ اقول** حضور نے کس کتاب میں دیکھا ہو کہ مصر جامع کی شرط اس غرض سے ہو۔ ذرا ارشاد
 اور جب باستثنا سے چند اصناف جمعہ تمام اہل شہر پر فرض ہو اور جمعہ جامع الجماعات ہو تو بیشتر
 نماز پنجگانہ سے ضرور اس کی جماعت زیادہ ہوگی۔ ان کسی عذر کی وجہ سے احیائاً ممکن ہو کہ بہت ہیلیل
 آدمی محت ہوں ایسی حالت میں اگر تین یا چار شخص بھی ہوں تو ان کو لازم ہو کہ جمعہ پڑھ لیں غرض کہ ایسی
 شرط قرار پانا کہ جمعہ جامع الجماعات ہوا مگر آخر ہو اور بحالت مجبوری تین چار آدمیوں کو بھی جمعہ پڑھانا اور تھوڑا
 قولہ را بعاہ بحث ہو کہ لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع میں جو دوسرا انکار ہے
 یعنی لا تشریق اسکے معنی کتب حنفیہ میں تکبیر بالجہر کے لکھے ہیں چنانچہ ^{۱۵۵} **ایہ** میں ہو **والتشریق**
هو الجهر بالتکبیر کذا نقل عن الخلیل بن احمد **اقول** اثر مذکور میں تشریق کے
 معنی صلوٰۃ العید کے ہیں اور ہذا میں جو تشریق کے معنی ہر باتکبیر کے لکھے ہیں تو اس پاسے میں خلیل کا
 حوالہ ہو سکی نسبت فتح القدر میں لکھا ہو **ولم یثبت عند اهل الحديث ذلك**۔ اور تشریق
 کے معنی اگر جہر بالتکبیر کے ہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکے دوسرے معنی ہوں۔ قولہ اور جب تشریق
 کے معنی تکبیر بالجہر کے ہیں تو پھر کیا وجہ ہو کہ صاحبین نے اس اثر کے خلاف فتویٰ دیا **اقول** جب اثر
 مذکور میں تشریق کے معنی صلوٰۃ العید کے ہیں اور صاحبین مقدمہ حوازا قیامہ الجمعہ فی القریٰ کو قائل

وہاں سے کہیں کہیں
میں نے دیکھا ہے کہ
بعض لوگ اس کو
بھی نہیں سمجھتے
اس لئے میں نے
اس کو بھی لکھ دیا

توصا جیسے اس قول سے کہ تکبیرات تشریق چونکہ مکتوبہ کے تابع ہیں لہذا کل نمازیوں پر لازم
ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھوں نے اس باب میں اثر مذکور کے خلاف فتویٰ دیا ہو قولہ
خاصاً جب تشریق کے تحت تکبیر بالجہر کے ہیں تو مولف نے جو ص ۱۵۱ میں قنبد کی عبارت
نقل کی ہو صلوة العید فی القدری تکرہ تحریر کیا۔ اس کی کیا دلیل ہو اگر اس کی دلیل یہی اثر ہو تو
وہ بہ استدلال کیونکر ہو اقول اثر مذکور میں تشریق بمعنی صلوة العید ہو۔ علامہ ابن اثیر نے لغت نمائے
میں لکھا ہو ومنہ حدیث علی لاجمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع ار >
صلوة العید ویقال لموضعها المشرق ومنہ حدیث مسروق النطلق
مشرق فکرمعنی المصلی وصال اعرابی مرجحاً لافقال این منزل المشرق یعنی المصلی
یصلی فیہ العید اور علامہ عینی نے بتائے ہیں کہ ہر دار ادا باندہ تشریق فیہ ر ص ۱۵۱
کذا فی المبسوط۔ اور علامہ سیوطی نے الحدائق میں لکھا ہو ولا جمعة ولا تشریق الا
فی مصر جامع اراد صلوة العید وهو من شروق الشمس لان وقتها ذلك
ویقال لموضعها المشرق اور مجمع البحار میں بھی بعد نقل اثر مذکور لکھا ہو اراد صلوة العید
ویدل لموضعها المشرق۔ پس جب اثر مذکور میں تشریق بمعنی صلوة العید ہو تو صاحب قنبد
نے صلوة العید فی القدری کے بارے میں جو لکھا ہو اس کی دلیل صحیح موجود ہو۔ ورمف صاحب قنبد
نے وہ نہیں لکھا علامہ عینی نے بھی بتایا ہے میں بحوالہ ابو حنیفہ کبیر لکھا ہو: اقامتھا فی الراس اتقی
یکرہ کراہۃ قفریم ^{۱۰۱۹} ثورک شاد شاید بحث ہو کہ جب حنفیہ کے نزدیک نماز عیدین بل قری کیسے
جائز نہیں تو پھر ضحیہ اور صدقہ فطر کو پھر ان کے لئے جائز ٹھہر گیا اقول حنفیہ یہ برگز نہیں کہتے
بل قری کے لئے نماز عیدین جائز نہیں۔ البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ان کو قری میں پڑھنا جائز نہیں
بلکہ شہر میں آکر پڑھنا چاہئے۔ قولہ حالانکہ ضحیہ اور صدقہ فطر دونوں نماز عید کے تابع ہیں۔

اضحیہ کا محل بعد نماز ہو اور صدقہ فطر کا محل قبل نماز اقول اگر معترض صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ نماز عیدین نہیں پڑھیں ان کو اضحیہ و صدقہ فطر جائز نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ جو مرہض یا عورت شریک نماز عیدین ہو اس کو اضحیہ و صدقہ فطر جائز نہ ہو اور اگر مراد ہے کہ جہان عیدین کی نماز نہ ہو وہاں اضحیہ و صدقہ فطر جائز نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ اگر کسی قریہ کے کل مسلمان کسی دوسرے مقام میں جا کر نماز عیدین پڑھیں اور ان کے قریہ میں اقامت نماز عیدین نہ ہو تو ان لوگوں کو اضحیہ و صدقہ فطر درست نہ ہو۔ اب معترض صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے مرہض اور ایسے اہل قریہ کو اضحیہ و صدقہ فطر ان کے نزدیک درست ہو یا نہیں قولہ سابقاً یہ بحث ہے کہ جب مولف کے یہاں حساب اس اثر کے جمعہ قریہ میں درست نہیں ہو تو کیا وجہ ہو کہ منامین فی الموم جمعہ مولف کے یہاں درست ہو گیا اقول ہم اوپر ثابت کر چکے کہ منامین فی الموم بازار بس جاتے ہیں جس کی وجہ منامین میں منصر ہو جاتا ہو۔ اور حکام وغیرہم کی موجودگی کی وجہ سے جامع بھی ہو جاتا ہے اور منامین بزمان حج اسواق کا ثبوت صحیح بخاری کے اس اثر سے بھی ثابت ہو و کان ابن عمر رضی اللہ عنہما یکبر فقیہ یعنی فیسمعه اهل المسجد فیکبر اهل الاسواق حتی ترجی منی تکبیراً۔ قولہ جاراً کہ منامین تک نہیں ہوا قول محض غلط ہو وہاں منامین موجود ہیں مولانا بحر العلوم نے رسائل الارکات میں لکھا ہے منی فیہ منیٰ ^{جلیل}۔ اور دتین کو چہ بھی بین جیہ کہ ہدایہ و شروح ہدایہ اور دوسری کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ قولہ ثامنًا مولف کی اس تحریر سے یہ واضح ہو کہ مولف کے نزدیک جو محض قریہ میں یعنی چوتھے قریہ میں درست نہیں ہے لیکن ثبوت سے قریہ میں درست ہے اقول یہ مولف پر محض انفرادی مولف کی تشریح یا وارثانہ پکار رہی ہے کہ جو مقام ایسا ہو کہ آپس میں جامع کی حدود میں سے کوئی حد متبعہ صادق نہیں وہاں جمعہ درست نہیں ہو قولہ ثامنًا آثار حضرت انس ^{رضی اللہ عنہ} جو اوپر منقول ہو چکے ہیں اس اثر کو معارض

ہیں۔ اقول جمعہ کے بارے میں جو اثر حضرت انسؓ سے ہے وہ تو اس اثر کے بالکل موافق ہے اور عید کے بارے میں جو ان سے اثر منقول ہے وہ ضعیف ہے اور بر تقدیر تسلیم صحت ہند اثر علی کو جو بکثرت شریف صحبت و علو سے درجہ اجتہاد و زیادۃ فی العلم ترجیح ہوگی قولہ ان کے علاوہ آثار ذیل بھی اس اثر کے معارض ہیں اقول یہ وہی آثار ہیں جن کو مولف نے جامع الآثار میں نقل کر کے ان کا جواب ثانی دے دیا ہے اگر آپ کے نزدیک کچھ کسر رہی ہو تو اگے چلے آجکا جواب مفصلاً لکھا جاتا ہے

بحث حیثا کنتم

قولہ اگر حضرت عمرؓ کے نزدیک جمعہ علاوہ امصار درست نہوتا تو وہ کلمہ حیثا کنتم ماکنتم کا لکھتے ہی کیونکہ اقول معترض ما سبب حجة الوداع میں بمقام عرفہ ترک جمعہ کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور یہ امر کیا حق ثابت ہے کہ حجة الوداع میں حضرت عمرؓ بھی شریک تھے۔ پس باوجود علم اس امر کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں جمعہ ترک فرمایا ہے حیثا کنتم سے وہ یہ کہیں گے کہ مراد لے سکتے ہیں کہ نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہئے عرفہ ہو یا غیر عرفہ۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے عموم اکثہ ہرگز مراد نہیں قولہ اور پھر اہل بحرین کو اسکی اطلاع دینے کی ضرورت ہی کیا تھی ہو سکتی ہے کہ امصار میں جمعہ کا درست ہونا تو ایک متفق علیہ بات ہے جس کو شخص جانتا ہے اقول کلام امصار میں چاہے وہ ان امام ہو یا نہو جمعہ کا درست ہونا ہرگز متفق علیہ بات نہیں۔ ممکن ہے کہ ابن کثیر نے بحرین کے مہر جامع ہونے میں اختلاف کیا ہو۔ لہذا حضرت عمرؓ سے وہاں کے جمعہ درست ہونے کے باب میں ہتہفسا کیا ہو چونکہ ابو ہریرہؓ حضرت عمرؓ کی طرف سے دالی بحرین اس کے وہ نائب امام ٹھہرے ہیں وہ شہر جان انکا قیام تھا جامع ہو گیا۔ لہذا حضرت عمرؓ نے انکو یہ لکھا کہ جمعہ حیثا کنتم یعنی جہاں تم لوگ ہو وہاں جمعہ قائم کرو۔ اور یہ نہیں

کہ لیجمعوا حیث ما مشاؤا یا حیث ما کانوا۔ یعنی جہاں وہ لوگ چاہیں یا رہیں جمعہ
 قائم کریں۔ خلاصہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے اس مضمون کا نامہ والی بحرن کے نام لکھا ہوا اور ولایت
 کا محکمہ صالت شہرون میں ہوتا ہے جس سے اقامت الجمعہ فی الامصار نکلتا ہے۔ اب ہم کو یہ ثابت کر دینا
 چاہئے کہ ابوہریرہؓ والی بحرن مقرر ہوتے تھے۔ حافظ ابن مردود نے معجم البلدان میں
 بحرن کے حالات میں لکھا ہے فیقال ان العلاء لم یزل والیاً علیہا حتی توفی
 سنۃ عشرین فولی عمر بن مکنانہ اباء ہریرۃ الدوسی و یقال ان عمر ولی اباء ہریرۃ
 قبل موت العلاء۔ اب ہماری اس تحقیق و تحریر سے کما حقہ ثابت ہو گیا کہ اثر حضرت عمرؓ
 سے قائلین اقامت الجمعہ کا استدلال ہرگز درست نہیں ہو فافہم و لا تکن من المتعصبین
 قولہ اسکے علاوہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ صحابہ میں جمعہ حضرت عمرؓ کے نزدیک نادرست ہو تو
 تو یہ کیا ضروری ہے کہ اس قریٰ میں بھی جمعہ اُن کے نزدیک نادرست ٹھہرے اقول جب
 عموم امکانہ اُن کی مراد نہیں تو یہ کیا ضروری ہے کہ قریٰ بھی شامل ہوں اسکے علاوہ ہم ابھی اوپر
 ثابت کر چکے کہ اس عموم میں صرف امصار داخل ہیں نہ قریٰ قولہ ثانیاً اس تاویل کی ضرورت
 ہی کیا ہے الخ اقول اگر اس اثر کا وہ مطلب بیان نکلیا جائے تو اخبار صحیحہ علی الخصوص اثر حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ٹھہرتا ہے تطبیق ضروری قولہ اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا سوال ہی
 ہو گا کہ ہم لوگ نماز جمعہ علاوہ مصر و مصر کے مقام میں پڑھیں یا نہیں کیونکہ مصر میں جمعہ پڑھنے
 اور نہ پڑھنے کی بابت تو کوئی سوال نہیں کر سکتا الخ اقول ہر عمر کچھ ضرور نہیں کہ جامع بھی ہو
 اور جو جامع نہیں وہاں نماز جمعہ درست نہیں پس ممکن ہو کہ اُس مصر کے جامع ہونے میں
 اختلاف ہو لہذا استفسار کی ضرورت پڑی۔ اور اسی استفسار سے ثابت ہو کہ ہر مقام محل
 جمعہ میں ہے۔ اگر ہر مقام محل جمعہ ہو سکتا ہو تو دریافت کی ضرورت ہی کیا پڑتی۔ دیکھو کبھی

کسی نے کسی سے نہیں پوچھا کہ نماز پنجگانہ قرنی یا صحابین ادا کیجائے یا نہیں۔ قولہ یہ اثر سوا
 اثر علی رضہ کسی اخبار مرفوعہ کے معارض ہے الخ اقول مقرض صاحب جو مطلب اس اثر کا
 بیان کیا ہے وہ اخبار صحیح کے ضرور معارض ہے کما مر مان جو مطلب کہ مولف نے بیان کیا
 وہ نہ اثر حضرت علیؑ کے معارض ہے نہ کسی دوسری روایت کے۔ اور مقرض صاحب نے
 اثباتاً تو صاف طور پر تسلیم کر لیا کہ اثر حضرت علیؑ کے معارض ہے۔ پس خواہ مخواہ ایسا مطلب
 بیان کرنا جو حضرت علیؑ ایسے جلیل القدر صحابی کے قول کے معارض ہے سو ادب کے خالی نہیں
 قولہ لیکن چونکہ اثر حضرت عمرؓ دیگر آثار صحابہ کے موافق ہے لہذا اس اثر کے مقابلہ میں
 اثر حضرت علی رضہ مرجع نہیں ٹھہر سکتا الخ اقول بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ اثر حضرت عمرؓ
 کا وہی مطلب ہے جو مقرض صاحب بیان کرتے ہیں تو چونکہ اثر حضرت عمرؓ کی سند درجہ ثبوت
 کو نہیں پہنچتی بلکہ حسن الاسناد ہے اور اثر حضرت علیؑ کا سند صحیح مروی ہے اور کسی دوسرے
 صحابی کا اثر ہرگز معارض نہیں لہذا اثر حضرت علیؑ ضرور ترجیح ہے کیونکہ حدیث صحیح الاسناد کو
 حدیث حسن الاسناد پر ترجیح ہے۔ اسکے علاوہ قول خلیفہ دوم رضہ مقدم ہے اور قول خلیفہ چہارم
 موثر ہے پس یہی سبب ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول بھی اپنے محل میں صحیح ہے اور حضرت علیؑ کا قول بھی
 درست ہے۔ البتہ حضرت عمرؓ کے قول کا وہ مطلب نہیں جو مقرض صاحب بیان فرماتے ہیں
 اثر مقرض صاحب جو اخبار ایک جلیل القدر صحابی کے قول کو بالکل نظر انداز کرتے ہیں
 اور ذرا سو ادب کا خیال نہیں کرتے۔ اب اس امر میں حضرات ناظرین ہی کے انصاف
 پر فیصلہ ہے۔ قولہ مولف نے جو اس اثر کو بوجہ عطار بن ابی میمونہ ضعیف قرار دیا ہے اس
 پر ہم پریشان نظر ہوتی ہے کہ اب مولف کی محدثیت یونانیو ماٹرمی جاتی ہے۔ اقول اس

تحریر سے ہم پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مقرر صاحب کی دیانت اور لیاقت یوں ثابت ہو جاتی ہے
 کیونکہ مولف نے عطاء بن ابی میمونہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ انکی روایت درجہ صحیح کو نہیں پہنچتی اور
 اور یہ نہیں کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور علم حدیث شریف کا ادنیٰ طالب العلم بھی جانتا ہے کہ
 حدیث کی تین قسمیں ہیں صحیح حسن ضعیف۔ مولف نے جو عبارت لکھی ہے اس سے یہ کیونکر ثابت
 ہوا کہ حسن ہونے کی بھی نفی کی ہے پس مقرر صاحب کا یہ لکھنا کہ ضعیف قرار دیا محض اتہام
 قولہ اس واسطے کہ کہاں تو مولف پہلے اپنے رسالہ جلاء العین میں کتنی روایتوں کو اسوجہ
 بھی صحیح قرار دیا ہے کہ ان کے رجال رجال بخاری سے ہیں الخ اقول مولف نے جن روایتوں
 کی تصحیح کی ہے تو صرف اسوجہ سے نہیں کہ رجال بخاری سے ہیں بلکہ اسوجہ سے کہ ائمہ مرجع و تعدیل
 نے صراحتاً ان کی توثیق کی ہے۔ اور چونکہ رجال بخاری کا درجہ مخالفین کے نزدیک بہت بڑا ہے
 اسوجہ جو راوی کہ رجال بخاری سے ہے بعض اوقات اسکی نسبت یہ لکھا گیا کہ بخاری کے رجال
 پس یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ مولف کے نزدیک کل رجال بخاری صحیح الحدیث ہیں حسن الحدیث
 الغرض عطاء بن ابی میمونہ کے رجال بخاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکی روایت صحیح ہی قرار
 دیکو ابراہیم بن عبد الرحمن السکسی رجال بخاری سے ہیں قال الحافظ في مقدمته له
 في الصحيحين حديثان فقال صاحب الخلاصة ضعفه شعبة و احمد بن حنبل الخ
 وقال الحافظ في التقریب صدوق ضعيف الحفظ۔ اس کے علاوہ امام بخاری نے
 عطاء بن ابی میمونہ سے زیادہ روایت نہیں کی ہے۔ صرف ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی
 انس سے جو ان کے آقا تھے جس سے لزوم صحبت ثابت ہے بعض اوقات محدثین کسی راوی
 مجروح کو کسی خاص شیخ سے روایت کے بارے میں قوی سمجھتے ہیں المختصر امام بخاری نے وہ روایت
 عن عطاء بن ابی میمونہ عن انس روایت کی ہے اور اثر حضرت عمر بن الخطاب عطاء بن ابی میمونہ

عن ابی ہریرۃ ہے۔ پس دونوں روایتوں میں فرق ظاہر ہے قولہ اسکے علاوہ حافظ ابن حجر نے
تقریب میں ان کو ثقہ لکھا ہے اقول تقریب میں ثقہ کے بعد مرحی بالقدر بھی لکھا ہے۔
قولہ مولف کا یہ قول کہ اس روایت کے کل راوی روایت صحیحین میں صحیح نہیں اس واسطے کہ امام
بن کثیر جو اس روایت کی سند میں ہیں وہ رجال مسلم سے ہیں رجال بخاری سے نہیں ہیں۔
القول المحکم میں اس اعتراض کا کھنڈہ جوٹ گیا۔ لہذا مولف میری جانب اس اعتراض کو
القول المحکم کے حاشیہ پر لکھ لیں اقول معترض صاحب نے کہا ان کا اعتراض کہ اس
گھڑی ہے۔ اور وہ بھی بعض لچر جو بالکل مستحکم اہل علم جو کتب رجال میں امام بن کثیر کے اوپر
ختم مہ لکھا ہے اس مرتبہ ثابت ہے کہ امام بن کثیر جو ان تعلیقات بخاری سے ہیں۔ اور
مذکرۃ القاری میں لکھا ہے وعلق له البخاری پس جب وہ رجال تعلیقات بخاری سے ہیں
اور مسلم نے بھی ان سے اخراج کیا ہے جبکہ معترض صاحب کو بھی اعتراف ہے تو ان کی نسبت یہ کہنا
کہ رجال صحیحین سے ہیں بہت صحیح ہے۔ اگر معترض صاحب یہ فرمائیں کہ مصطلح محدثین میں رجال تعلیقات
کو رجال صحیحین نہیں کہتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے امام شوکانی نے فی الاوطار میں نسائی کی ایک
حدیث کی نسبت جو بطریق عبد الحمید بن جعفر عن دہب بن کیسان مروی ہے جاہ رجال الصحیح
لکھا ہے۔ عبد الحمید بن جعفر رجال تعلیقات بخاری سے ہیں۔ ان سے تعلیقات کے سوا اور کہیں اپنی
صحیح میں روایت نہیں کی۔ جیسا کہ کتب رجال سے ثابت ہے پس معترض صاحب کا یہ اعتراض بھی
بالکل غلط ثابت ہو گیا۔ اب یہ بھی کہ معترض صاحب کی جانب سے کیا عبرت اگلی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے
قولہ تو پھر عطاء بن ابی یحییٰ کی روایت کیون مولف کے نزدیک درجہ حسن سے نازل ہو گئی اقول
مولف نے یہ کہا کہ یہ روایت درجہ حسن سے بھی نازل ہے۔ معاذ اللہ اس اقرا پر دازی
کا بھی کوئی ٹھکانا ہے قولہ الحاصل یہ اثر حضرت عمرؓ کا صحیح الاسناد جو اقول ان جرح کی وجہ سے

مولف نے رجال
صحیحین سے رجال
صحیحین سے رجال
کیسی اس بیان پر
ایک بات یاد آئی
وہ کہ جبار العین
صفحہ ۱۲
بجائے رجال لفظ
راویان سے لکھا ہے
اگر بخون میں بناو
نہیں ہے اور مستحق
نہیں ہے اس لفظ پر
کوئی گرفت نہیں کی
صرف جن حضرات کے
مخون میں لفظ بناو
نہیں کیا ہے وہ راویان
کو قلندریہ کے رجال
نہیں ہیں۔

جن کو مولف نے نقل کیا ہے یہ اثر صحیح الاسناد تو ہرگز نہیں البتہ حسن الاسناد ہونے سے انکار نہیں
 امام بیہقی نے بھی اس اثر کی تحسین کی ہے تصحیح۔ اگر یہ اثر صحیح الاسناد ہوتا تو بیہقی ہرگز اسے نہ لکھتے
 اور جب یہ اثر حسن الاسناد ٹھہرا اور اثر علی صحیح الاسناد تو اثر علی کو من جہۃ الاسناد ضرور قوت
 کیونکہ صحیح الاسناد حسن الاسناد سے قوی و برجہ ہو قولہ مولف کے علامہ عینی نے خود اس اثر کو
 صحیح مان لیا ہوا قول یہ محض غلط ہے علامہ عینی نے ہرگز اسکی تصحیح نہیں کی بلکہ قات قلت
 کا مقولہ بسند صحیح لکھا ہے یعنی معترض کا قول نقل کیا ہو قولہ غالباً امام شافعی کو اس روایت کی
 صحت میں اسوجہ سے تردد تھا کہ ان کو اس روایت کے روایات پر اطلاع نہ تھی ورنہ اسکی صحت
 میں ان کو تردد نہ ہوتا قول یہ آپ کا فرمانا جب قابل التفات ہو سکتا ہے کہ یہ اثر بیرون طریقہ طائ
 بن ابی میمون کسی دوری طریق سے بھی مروی ہوتا حالانکہ یہ اثر بغیر واسطہ عطار بن ابی میمون ہرگز
 مروی نہیں قولہ اور محدث ابن خزیمہ نے اسکی تصحیح بھی کی ہوا قول ابن خزیمہ کی تصحیح کا حال
 سب کو معلوم ہے علامہ سیوطی نے تدریث الراوی میں لکھا ہے وکاسبما ان ذلک المتقدم
 مصن لا یری التفرقة بین الصحیح والحسن کا بن خزیمہ و ابن حبان۔ اس عبارت
 صاف ثابت ہے کہ ابن خزیمہ حسن کو صحیح سمجھ کر کدیا کرتے ہیں قولہ وہ مقام مصر کے علاوہ تھا کہ
 مصر کے محل اقامت جمہ کے ہونے میں تو کسی صحابی وغیر صحابی کا اختلاف ہی نہیں ہوا قول
 اسکا جواب اوپر گزر چکا خفیہ کے نزدیک مصر جان محل اقامت جمہ ہے نہ غیر جامع عموا مصر مرکز
 محل اقامت جمہ نہیں قولہ اب مولف اپنے اس اعتراض کو امام شافعی سے واپس لے لیا
 معترض صاحب نے جو امام شافعی کی طرف سے جواب دیا ہوا اسکا لفظہ ظاہر ہو گیا۔ پس مولف
 کا اعتراض علی مالہ باقی رہا۔ اب معترض صاحب کسی دور سے جواب کی فکر کر رہے ہیں اور یہ بھی
 واضح رہے کہ امام شافعی نے جو حجتیں لکھنے کی نسبت یہ فرمایا ہے وہ ان فی ای قیالکم

یہ مرد خود مقروض کے بھی مخالف ہو کیونکہ قریہ سے صحابی و براری نکل گئے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے ازانہ الخفایں امام شافعیؒ کے اس قول کے تحت میں لکھا ہو کہ لا یرید البدو۔ اب اس تفسیر پر ایک دوسرا اعتراض بھی لازم آتا ہو کہ اسی قریہ میں وہ قری بھی شامل ہو گئے جہاں دس مین مسلمان رہتے ہوں۔ حالانکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس قریہ میں جہاں چالیس مسلمان سے کم ہوں اقامت جمعہ جائز نہیں۔ پس یہ تفسیر خود امام شافعیؒ کے مذہب کے خلاف ہو۔ امام شافعیؒ کی طرف سے تو یہ عند بھی ہو سکتا ہو کہ ان کو اس روایت کی ثبوت ہی میں کلام ہو مگر امام بیہقی جو شافعی المذہب ہیں اور اسکے اسناد کو حسن کہ چکے ہیں وہ کیا عذر پیش کر سکتے ہیں قولہ اس سوال سے یہ نہیں نکلتا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ علاوہ مصر کے دوسرے مقام میں نماز جمعہ پڑھنے کو نادرست سمجھتے تھے اقول اس سوال سے یہ ضرور نکلتا ہو کہ ابو ہریرہ کے نزدیک بعض مقامات میں اقامت جمعہ درست نہیں تھی۔ چھٹی تو اس امر کے دریافت کی ضرورت پڑی کہ بحرین جہاں وہ رہتے تھے جمعہ قائم کیا جائے یا نہیں اگر ہر مقام میں جمعہ درست ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ سے استفادہ کیوں کرتے۔ قولہ ان فوائسے سوال سے یہ ضرور متبادر ہو کہ ان کو اس مسئلہ میں تردد تھا لہذا استفادہ کی نوبت آئی اقول الحمد للہ کہ اپنے اتنا تسلیم کر لیا اور اسی سے میرا مدعا ثابت ہو کیونکہ ان کے تردد سے صاف ثابت ہو کہ بعض مقامات میں نماز جمعہ درست نہیں تھی لہذا انکو یہ تردد پیش آیا کہ آپا بحرین میں جمعہ جائز ہو یا نہیں۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ہجرت کو انیس پیش برس گزر چکے تھے۔ بہت سے ہلاذ مفتوح ہو چکے تھے۔ اسلام دور دور تک پھیل گیا تھا اگر جمعہ ہر اہل قریہ پر بھی فرض ہوتا اور ہر جگہ نماز جمعہ درست ہوتی تو یہ مسئلہ طشت باہم ہو جاتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ ایسے صحابی کو کبھی اس مسئلہ میں تردد نہ ہوتا۔ پس ان کے تردد

صاف ثابت ہو کہ اس زمانے میں ہر مقام کے مسلمان ہرگز مکلف باقامت جمعہ نہ تھے اور حسب طح
 نماز پنجگانہ ہر مقام میں ادا ہو جاتی ہو اس طرح نماز جمعہ ہرگز نہیں ^{قوله} پایہ کہ خود ان کو تردد تھا بلکہ
 کسی اور کو تھا اسکا تردد دفع کرنے کے لئے استفسار کیا تھا **اقول** اگر خود حضرت ابو ہریرہ کو تردد
 نہوتا اور ان کو جواز کا جزم ہوتا تو استفسار کی ضرورت ہی نہیں تھی وہ وہاں کے والی تھے ان کا
 فرمان وہاں کے لوگوں کے لئے کافی تھا اور اگر بالفرض خود ان کو تردد نہ تھا کسی دوسرے کو تردد
 ہوا تھا تو اس تردد اور استفسار سے بھی صاف وہی نتیجہ نکلتا جو جسکو ابھی ہم لکھ آئے۔
 الحمد للہ کہ ہم نے اسی روایت سے جو مخالفین پیش کرتے ہیں اپنا مدعا ثابت اچھی طرح ثابت کر دیا۔

بقیہ مباحث متعلقہ بیل منضم

قوله اثر حضرت علی کا جمعہ قد لا تشریق الا فی مصر جامع سے یہی ظاہر ہو کہ جمعہ مصر کے
 سوا دوسرے مقام میں جائز نہیں صحرا ہو یا قریہ۔ قریہ اور محض قریہ کا فرق نہیں **اقول** جزاک اللہ
 اتنا تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ اس اثب سے غیر مصر میں عدم جواز جمعہ ثابت ہوتا ہو ورنہ آپ کے بنائے
 نے تو کسر العری میں خواہ مجواؤ نفی کمال کی تاویل مہمل کر کے انصاف کا بالکل خون کر دیا جواب
 آپ کو ایسی مہمل تاویل کا موقع نہ رہا۔ ہر کیف بیشک قریہ اور محض قریہ کا فرق نہیں یعنی اثر حضرت علی
 سے عام قریہ میں عدم جواز جمعہ ثابت ہوا ورنہ لوگ کا بھی یہی مذہب ہو مگر اثر ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے
 میں جو یہ لکھا جو کہ اس میں یہ کہان ہو کہ وہ لوگ محض قریہ میں نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے تو چونکہ قریہ کا
 اطلاق عرف میں ان قصبات پر بھی آتا جو جہان کو چہ بازار ہوتے ہیں لہذا موافق نے محض
 قریہ لکھا جس سے مراد ایسا مقام جو جہان کو چہ بازار نہ ہوں اور اس پر جامع کا بھی اطلاق نہ ہوتا ہو
قوله بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ فعل اکابر صحابہ کا نہ تھا لیکن اکابر صحابہ کی شہادت اور انکا عدم

تو اس فعل پر موجود ہوا قول اکابر صحابہ بصیغہ جمع بیان غلط ہے کیونکہ صرف ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ روایت ہے۔ آپ کو بعض اکابر صحابہ لکھنا تھا۔ بہر کیف ان کے سکوت سے یہ نہیں نکلتا کہ ان کے نزدیک قرین نماز جمعہ جائز تھی بلکہ سکوت کی وجہ اور بھی ہو سکتی ہے جس کو ہم ابھی بیان کرینگے۔ اور بعض کتب جیسے نیل الاوطار وغیرہ اس میں کلا یعیب علیہم کے عوض کلا یعتب علیہم ہے۔ اگر اس روایت میں کلا یعتب علیہم صحیح ہے تو عدم عتاب عدم انکار لازم نہیں آتا۔ قول ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سکوت کی نسبت تو مولف نے کچھ ارشاد ہی نہیں فرمایا کہ اس کا جواب دیا جائے **اقول** بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ وہ مقام جان اہل میاء نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں نہ کوچہ و بازار تھے اور نہ جامع تھا۔ اور ابن عمر نے اپنا انکار نکلیا تو ممکن ہے کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ خیال کیا ہو کہ شاید اس مقام پر مصر جامع کی تعریف صادق ہو یا فنا سے شہر سے ہو یا اسکی وجہ یہ ہو کہ اہل قری کے بارے میں عدم فرضیت جمعہ کا تو یقین ہو مگر اقامۃ الجمعہ فی القری کے عدم جواز کے بارے میں بوجہ نہ ملنے کسی نص صریح کے اسوقت تک تردد ہو یا تردد بھی نہ ہو اور وہ عدم جواز کے اسوقت بھی قائل ہوں مگر چونکہ وہ اہل میاء مدینہ اور مکہ کے درمیان میں گزر گاہ پر رہتے تھے اور مشیر وہ ان کو منع کر چکے ہوں مگر پھر بھی وہ باز نہ آئے ہوں جب اس روایت کا راوی ان کے ساتھ تھا اسوقت ان کو انکار کا موقع نہ ملا ہو غرض کہ ان چار وجوہ میں سے ممکن ہے کہ کسی وجہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان پر انکار نہ کیا ہو۔ پس ان کے سکوت سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک ان اہل میاء کا وہ فعل جائز بھی تھا **قولہ** تلخیص میں نہ اس کے رجال نہ کو رہیں اور نہ کسی محدث سے اسکی تصحیح منقول ہے **اقول** اگرچہ حافظ ابن حجر نے اسکو تعلیفاروایت کیا ہے مگر چونکہ انھوں نے اسپر سکوت کیا ہے اور کسی محدث سے اسکی تصحیف منقول نہیں تو ظاہر ہے کہ یہ افرصیح ہے والعلم عند اللہ **قولہ** ان اہل میاء میں اس شرط کا مفقود ہونا مولف کے نزدیک کیونکر ثابت ہوا **اقول** جان وہ اہل میاء نماز جمعہ

۵
میں جمع
ہو چکا ہے
میں بھی
رسالت
لا یعتب
علیہم
نقل کیا
ہو

پڑھتے تھے اسکی نسبت اس روایت میں کچھ مذکور نہیں کہ گاؤں تھا یا کیا تھا۔ پس جو شخص کہ اس امر کا
 معنی ہو کہ وہ قریہ تھا اس پر مصر جامع کی حد صادق نہیں آتی تھی اس کو لازم ہو کہ اس مقام کی علم مقرض
 کو ثابت کرے۔ رہا ابن عمر کا یہ قول جو تلخیص میں منقول ہے۔ لا جمعة الا فی المسجد الکبیر
 الذی یصلی فیہ الامام۔ اور اسکی یہ ثابت ہو کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک نماز جمعہ کی شرط یہ ہے
 کہ اس بڑی مسجد میں ادا کی جائے جہاں امام نماز پڑھتا ہو۔ اسکی نسبت مقرض جتنا جو یہ فرمایا کہ اس شرط کا
 مفقود ہونا مولف کے نزدیک کیونکر ثابت ہوا۔ اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ مقرض جہاں کے نزدیک ہکا
 احتمال ہو کہ جہاں وہ اہل میاہ نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں بہت بڑی مسجد ہو اور وہاں امام نماز پڑھتا ہو
 اب میں کہتا ہوں کہ جس مقام میں کہ بہت بڑی مسجد ہوگی اور وہاں امام بھی رہتا ہو وہ شہر ہو گا نہ قریہ
 کیونکہ محکم امامت وہیں ہوتا ہے جہاں مصریٹ ہوتی ہے پس خود مقرض کی تحریر سے یہ کما حقہ ثابت ہو گیا
 کہ اس اثر سے مجوزین کا استدلال درست نہیں ہے۔ اب دیکھئے کہ مقرض صاحب کو خود انکی تحریر سے
 کیسی شکست فاش نصیب ہوئی۔ اور مولف نے جو معارضہ میں اثر مذکور پیش کیا ہے تو اس بنا پر پیش کیا ہے
 کہ اس مقام کو جہاں وہ اہل میاہ نماز جمعہ پڑھتے تھے قریہ تسلیم کر لین اور جب یہ امر تسلیم کر لیا جائے
 کہ وہاں بہت بڑی مسجد بھی تھی اور وہاں امام یا نائب خلیفہ وقت نماز جمعہ پڑھتا تھا تو اسکا قریہ ہونا
 ہی غلط ثابت ہو جاتا ہے جو مولف کے سربراہ مفید ہو قولہ علی ہذا القیاس امام شافعیؒ کا قول جب کو
 مولف نے صحت میں نقل فرمایا ہے وہ بھی منقطع ہے اقول مولف نے اتصال کا دعویٰ کیا ہے۔
 اسی انقطاع کی وجہ سے تو ان آثار کو تحت عنوان بقیہ آثار صحابہ ذکر کیا۔ قولہ مولف کے تین
 میں کیا ترقی ہو سکتی ہے اقول جب ان اخبار صحیحہ سے یقین حاصل ہو چکا ہو تو بقیہ آثار صحابہ سے
 گو متصل الاسناد نہ سہی مگر اعتضاد کے لئے جب کافی ہیں تو ترقی یقین کیوں نہیں ہو سکتی قولہ
 عائشہ انصوص مرفوعہ ذیل بھی لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع کے معارض ہیں

اقول ان روایتوں میں سے ایک روایت بھی اتر حضرت علیؑ کے معارض نہیں بلکہ بعض روایت
 کو تو مانع نہیں سے علاقہ ہی نہیں ^{صلی اللہ علیہ وسلم} قولہ ابن ماجہ میں جو عن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضرت الاضحیٰ فامشترکنا فی الجز و ^{صلی اللہ علیہ وسلم} عشر و البقر تعین
 اور نسائی میں جو عن عاصم بن کلیب عن ابیہ کنا فی سفر فحضرت الاضحیٰ فجعل الرجل
 یطلب السنة بالجدعتین و الثلاثة فقال لنا رجل من مزینة کنا مع رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضرت الاضحیٰ فمذا الیوم الحدیث **اقول** اولاً
 ان روایات میں نماز عید کا ذکر تک نہیں بلکہ قربانی کا ذکر ہے۔ قربانی کرنے سے یہ کیونکر لازم آتا ہے
 کہ نماز عید الاضحیٰ بھی پڑھی گئی تھی ثانیاً اگر نماز عید الاضحیٰ پڑھنا بھی تسلیم کر لی جا تو یہ کماں ثابت
 ہوا کہ قریہ میں نماز عید ادا کی گئی تھی کیا انسان اگر مسافر ہو تو مصر میں نماز عید میں نہیں پڑھ سکتا
 تبویب کہ معترض صاحب نے کس دلیلی سے ان روایتوں کو جن کو ذرا بھی مانع نہیں و خل نہیں ہے
 عوام کے خوش کرنے کو پیش کر دیا اور مضحکہ اہل علم کا ذرا خیال نہیں کیا ^{صلی اللہ علیہ وسلم} قولہ اور ابو داؤد میں ہے
 عن ابن عباس قال ان اول جمعة الحج **اقول** اس جو انا دالی روایت کا جواب آگے
 چلے نہایت دھوم دھام سے آتا ہے۔ فانتظر۔ ^{صلی اللہ علیہ وسلم} قولہ اور نیز ابو داؤد میں جو عن طارق
 ابن شہاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال للجمعة حق واجب علی کل مسلم
 فی جماعة الا ربعة عبد مملوک او امرأة او صبی او مریض **اقول** معترض صاحب
 اس روایت کے متعلق صفحہ ۳۴ میں یوں تقریر کی ہے کہ اس روایت صاف ظاہر ہے کہ نماز جمعہ عید
 غیبہ مملوک عورت قبی مرتعس مہل اسلام پر واجب ہے عام ازین کہ وہ شہر کے باشندے ہوں
 یا دیہات کے کیونکہ اگر دیہات والوں پر نماز جمعہ واجب نہ ہوتی تو ضرور تھا کہ یہ لوگ بھی ہمراہ
 اصناف مذکورین اس سے مستثنیٰ کئے جاتے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ معترض صاحب

بسمہ غلط جناب مولوی شمس الحق صاحب جنکی فرمائش سے جواب لکھا جو وہ اپنے رسالہ
 التحقیقات العلیٰ میں لکھتے ہیں کہ ایسا ہی مسافر پر بھی فرض نہیں جیسا کہ ترمذی اور احمد نے
 مقسّم بن ابی عباس مرفوعاً روایت کیا ہوا تھی کلام۔ اب دیکھئے کہ انھوں نے مسافر کو بھی اس
 حکم سے مستثنیٰ کر دیا جو اصناف مذکورین علاوہ ہوا ب مقرر صاحب یا تو اپنی غلطی کا اقرار کریں
 یا صاحب سالہ مذکورہ کی غلطی کا۔ دیکھیں مقرر صاحب اس بھندے سے کیوں کر بے دماغ نکلا
 ہیں۔ اسکے علاوہ مقرر صاحب کے آفات نامہ اور نواب بھوپال بدور الالہ میں لکھا ہوا ہے
 جموعہ بعد از نماز عید خصت است از برائے ہنگنان اگر ہم مردم ترکش کردہ عمل برخصت نمودند
 و اگر بعض بجا آوردند مستحق اجر اند ولیکن این ایتیان واجب نیست زیرا امام و نہ بر غیر واجب است
 دیکھئے کہ نواب جہان نے علاوہ اصناف مذکورین اُن لوگوں کو بھی اس حکم عام سے خارج کر دیا
 جن کو اجتماع العیدین نصیب ہوا اور نماز عید ادا کریں۔ اب مقرر صاحب فرماتے ہیں کہ آپ
 نواب صاحب کے اس قول کے موافق ہیں یا نہیں۔ اگر آپ بھی موافق ہیں تو اصناف مذکورین
 میں مستثنیٰ کا انحصار نہ ہوا اور اگر آپ موافق نہیں تو نسانی کی وہ روایت جو باب الرخصة
 في الخلاف عن الجمعة لمن شهد العیدین بطریق دہب بن کیسان مروی ہو جس کی
 نسبت علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں رجالہ رجال الصیحة لکھا ہوا اسکا کیا جواب ہو
 بہر کیف مقرر صاحب کو یا تو نواب صاحب کی غلطی کا اقرار کرنا پڑے گا یا اپنی غلطی کا۔ اب او بھی
 سنتے آپ کے اہم شوکانی کے نزدیک جموعہ سامعہ نہ پر فرض ہو نہ غیر سامعہ نہ پر چنانچہ نیل الاوطار میں
 لکھا ہوا الحق ان الجمعة من فرائض الاحیان علی سماع النداء۔ اب مقرر صاحب
 فرماتے ہیں کہ آپ علامہ شوکانی کے موافق ہیں یا مخالف۔ اگر آپ کو اتفاق ہو تو ہر شہر کا ہر شخص
 چاروں اصناف میں باقی نہ رہا۔ اب ان اقوال کو جانے دیجئے مزید ہو کہ خود مقرر صاحب نے

ان میں سے مسلمان موجود ہیں تو بیچارہ غریب کیا کرے۔ اس پر جمعہ فرض ہے یا نہیں۔ ثالثاً صاحب
 شائع کی جانب سے مسافر کے لئے اس قدر آسانی ہو کہ اس کو قصر و افہام صوم جائز ہو تو کیا۔ ہر جو کہ
 بعد ملک پر جمعہ فرض نہیں ہے مسافر پر فرض ہے ہر حال کہ اس کا زیادہ بچ ہو یا بچا اگر
 کسی مقام میں آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا اور اسکے بعد کچھ لوگ پہنچے تو وہ کیا
 فرماتے آیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھر اگر جمعہ پڑھیں۔ اگر اس مسجد میں جمعہ پڑھتے ہیں تو ایک
 من اعدہ نماز جمعہ دیں یا دو۔ آیا جمعہ نبوی و عید صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں
 جمعہ پڑھنا۔ اگر وہ وہاں نہیں پڑھ سکتے تو اس کی جگہ کیا ہو۔ خاک مسکن نماز۔
 اس پر جمعہ کا آپ سے اکابر مذہب و علمی جو یا عوض ظہر ہے اگر اصل جو عوض نہ ہو تو
 جمعہ کے مستحب ظہر ہونے کی دلیل کیا ہو۔ اگر کوئی دلیل سقہ جماعت ظہر تو اس کے عدم فرضیت
 کا ثبوت نہیں نکلتا۔ ممکن ہے کہ جمعہ پڑھ کر جو ایک مستقل فرض ہے اس کو فردی فرادی اپنے اپنے گھر میں
 پڑھ لیتے ہوں۔ مقتضی حسب کوئی ایسی دلیل صریح مرفوع بیان فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ جمعہ ظہر
 فرضیت ظہر ہے اور اگر عوض ظہر ہو تو اس کی دلیل کیا ہو بلکہ ان کے یہاں جو یہ سند جو جمعہ قبلہ والی جائز
 جو اس امر کو مقتضی ہے کہ جمعہ عوض ظہر نہیں ہے۔ سنا دستا جب آپ کے یہاں جمعہ نہیں زوال درست
 جمعہ کا وقت کس وقت سے لیکر کس وقت تک ہے اگر کوئی شخص جمعہ سات آٹھ بجے ان کو پڑھا
 تو درست دیا نہیں۔ سنا دستا آپ کے ہاں شروع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوا اور اس کے بعد پڑھا تو درست ہے
 ان دونوں میں اگر تمسک نہیں ہے تو ثابت ہے کہ اس پر نماز جمعہ نہیں ہے۔
 چنانچہ ان دونوں میں ثابت ہے کہ یہاں نماز جمعہ نہیں ہے۔ بان الذی افترضہ
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس پر جمعہ افترضہ ہے۔ تفایات صلی اللہ علیہ وسلم
 علامہ ابن تیمیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تاج فی الدلیل و کادلہ یصلی

للتمسك به ذلك فيما اعلم يا رترك تقليد من تو واقعی ٹری آسانی ہو جس نے جمعہ کے روز
عید پائی اور نماز عید ادا کر لی تو جمعہ معاف اور ترک جمعہ سے ظہر بھی واجب نہیں۔ پھر کیا ہو نماز عید
پڑھ لینے سے جمعہ اور ظہر دونوں معاف۔ اور عورتوں کے لئے تو سب سے بڑھکے یہ آسانی ہو کہ اپنی
جمعہ واجب نہ ظہر۔ بہر کیف معترض حسباً یہ فرمائیں کہ آپ کو اپنے امام شوکانی کے ساتھ اس میں
اتفاق ہو یا نہیں۔ اگر اتفاق نہیں ہو تو آپ کے نزدیک اس کی کیا دلیل ہو کہ جب جمعہ فرض ہو اگر وہ
ترک جمعہ کرے تو اس پر ظہر واجب ہو۔ جب معترض صاحب ہمارے ان سوالات کا جواب
لکھینگے اس وقت ہم انشاء اللہ تعالیٰ اس کے نتائج پیش کریں گے۔

بقیہ مباحث متعلقہ دلیل منہتم

قوله اور ترغیب و ترہیب میں ہے عن انس بن مالک الم قولہ ان کل قوم عیداً و هذا
عیدنا۔ اقول ان روایات متعلق معترض حسباً نے صفحہ ۳۵ میں یوں تقریر کی ہے کہ ان روایات
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ و نماز عید میں تمام امت محمدیہ کے لئے ایک تہوار کا دن ہو اور جب
نماز جمعہ اور نماز عید میں تمام امت محمدیہ کے لئے ایک تہوار کا دن ٹھہرا تو اہل قری کو اس تہوار
محرور رکھنا انصاف کے خلاف ہو اب میں کہتا ہوں کہ اس نکتہ کو نہ سمجھے حضرت علی
وغیرہ اور سمجھے تو حضرت معترض۔ بندۂ خدا خفیہ یہ کب کہتے ہیں کہ اہل قری کو نماز جمعہ و عید میں
پڑھنا ہی نا درست ہو۔ بلکہ خفیہ یہ کہتے ہیں کہ اہل قری قرینہ میں پڑھیں بلکہ شہروں میں اگر جمعہ
و عید میں ادا کریں۔ اگر اس پر عمل کیا جاوے تو کیسا مجمع ہو اور کیسی رونق اور کیسی شوکت اسلامی ہو۔
عید منانا نماز پر کیا موقوف ہو کیا مسلمانوں میں بغیر نماز تہوار نہیں ہوتا۔ عرفہ کے روز کب
بجز نماز پنجگانہ کوئی نماز یا جماعت مسنون ہو حالانکہ یہ وہ عرفہ بھی مسلمانوں کے تہوار کا دن ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے آیہ اکملت لکم دینکم کے متعلق فرمایا ہوا تھا نزلت فی یوم عیدین فی یوم جمعۃ و یوم عرفة مقرر جس کے استدلال و تقریر پر تو بسیار تہنسی آئی ہاں حضرت اب یہ لفظ فرماتے کہ نماز جمعہ و نماز عیدین تہوار کا دن ہے۔ یا جمعہ و عیدین تہوار کے دن ہیں۔ نماز کو تہوار کا دن کہنا آپ ہی ایسے ذی علم کا کام ہے۔

مباحث متعلقہ جواثا

قولہ اگر جمعہ کے لئے مصر کی قید کی ضرورت ہوئی تو جواثا میں جمعہ آپ کے روبرو قائم ہوتا اول جواثا میں نماز جمعہ اہل جواثا نے عہد نبوی میں بیشک قائم کر لیا تھا مگر یہ دعویٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قائم ہوا محض غلط ہے عہد نبوی میں قائم ہونا اور بات ہے اور آپ کے روبرو قائم ہونا دو بات ہے۔ دونوں کے مفہوم میں بڑا فرق ہے۔ مقرر صاحب نے کہا دیانت کی وجہ عوام کے خوش کرنے کو عہد نبوی کے عرصہ آپ کے روبرو لکھ دیا۔ بہر کیف جواثا کا قریہ ہونا جسر حد مصر صادق نہ آتی ہو ہرگز ثابت نہیں۔ اور اگر بالفرض وہ قریہ تھا تو وہاں کا جمعہ ہونا نہ تو باذن نبوی ثابت ہے نہ آپ کی تقریر ثابت ہے۔ پس اہل جواثا کا فعل بمقابلہ اخبار صحیحہ مرفوعہ و اثنا صحابہ ہرگز قابل استدلال نہیں قولہ اور یہ تو مولف کہہ ہی نہیں سکتے کہ جواثا کا جمعہ اجتہادی تھا کیونکہ مولف کی وہ تقریر جس کو انھوں نے دلیلِ شتمہ کے تحت میں تحریر فرمایا جو وہ اس بنا پر جو کہ جواثا کا جمعہ اجتہادی نہ تھا۔ اس کے علاوہ اگر جواثا کا جمعہ مولف کے نزدیک اجتہادی ہوتا تو نہ دیکھتا کہ مولف اسکو بیان کر دیتے الخ اقول مولف کے نزدیک چونکہ جواثا کی عدم نصرت باطل ہے سو جواثا اس جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑی اور بر تقدیر تفسیر اس مر کے کہ جواثا قریہ تھا نہ شہر موت کی طرف سے یہ جواب پیش ہی ہوتا۔ بیان نہ کرنے سے یہ کیونکہ ثابت ہوا کہ مولف یہ جواب پیش کرتا ہے۔

دیکھئے عجم بن کلیب کو جو اپنے جبار العین بن رجال بخاری کے قرار دیا اس پر اپنے ذوالقول المحکم
 میں کچھ کلام کیا اور نہ مطلع القوم بن ابی اس۔ سال میں اس پر کلام کیا جو اس کا جواب دے
 کر چکا۔ کیا القول المحکم اور مطلع القوم کی تائید کے زمانے میں اپنے بھی عجم بن کلیب کو
 رجال بخاری بونا تسلیم کیا تھا۔ ہمارے معترض صبا کی تقریر میں بھی انجو پر دو نکارستہ پیر
 کم نہیں۔ اور مولف کی کوئی تقریر پر ہرگز نہیں کہ جو ان کا جمعہ اجتہادی نہ تھا۔ یہ محض مولف
 پر اتنا ہے کہ قولہ انہ یمنان یہ ضرور کہیں گے کہ جو ان شہر تھا کہ قریہ اقول بیشک
 شہر تھا جسکی چند دلیلیں ہیں اولاً شہر منہلہ اللہ علیہ وسلم کے غزوہ کے تقریباً اتوارہ ہزار
 عربین یوامر القیس بہت بڑا شاعر اہل نجد سے گزرا اور وہ ایک شاعر کہ گیا جو حرات
 جو ان کی مصریہ کا حقہ ثابت ہوتی ہو وہ ہذا سے

وَرَحْمًا كَانَا مِنْ جُودِ ثَانِيَةٍ ۝

[illegible]

عربوں ایسی تجارت گاہ تو تھی ہی نہیں یا بہت ہی کم تھی جی ایک مبلغ شاعر نے تشبیہ میں
جوانا کو اختیار کیا ہے پس جب اس شعر سے یہ ثابت ہو گیا کہ جو تاجران ترکا بہت بڑی تجارت گاہ
تھی تو اس سے ثابت ہو کہ وہاں کوچہ و بازار بھی ضرور تھے کیونکہ جہاں تہی بڑی تجارت گاہ ہوگی وہاں
کوچہ و بازار کا ہونا لازم ہے۔ اگرچہ بعض بعض چیزوں کی تجارت وہاں توں میں بھی ہوتی ہو مگر ایسی
بڑی تجارت گاہ ضرب المثل جب ہوگی تو شہری میں ہوگی یعنی وہاں کوچہ و بازار ضرور ہوں گے۔
پس محمد نے امر القیس کے شعر سے جو اثبات کا شہر ہونا ایسی پُر زور تقریر سے ثابت کر دیا کہ جس کو ذرا بھی
ذوق شعر و تن ہوگا وہ ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ کیا یہی ہے جس نے فصاحت میں اور زعمشیر میں
نہایت اور حاشائے ابن اثیر نے نہایت میں لکھا ہے کہ جو اس ایک حصہ کا نام ہے جو بہترین میں واقع ہے
نہایت ہر کوئی قلعہ و شہر میں محفوظ رہتے ہیں اس کے اکثر شہر و ن شہر میں بنایا جاتا ہے۔ اور خود قلعہ
کے اندر رنج و غیرہ کی آسائش کے حیات بازار مندریں جا رہے ہیں خود قلعہ کے اندر مصرت
ہو جاتی ہے چنانچہ کلکتہ وغیرہ کا آباد قلعہ اسیر شاہ ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے کہ عہد نبوی میں
قلعہ ہو سکے بعد کسی قلعہ نہ آیا ہو یا سر زمین میں بھی قلعہ ہو مگر غیر آباد ہو اگر قرہ بہ کہ
جیسا کہ فی زمانہ بہت قلعے رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخی واقعات ثابت ہے
کہ عہد نبوی میں وہ قلعہ نہایت آباد تھے بعد ازاں کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ
کی ولادت کے زمانہ میں بحرین کے چنانچہ قلعہ بنائے گئے تھے عبد بن العفیر و ہارون بن العفیر
ان مرتدین کے لئے جو وہاں رہتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور جو
کے قلعہ میں جا کر پادانی چنانچہ بنائے گئے وہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ
فرجہ العلاء علیہم بن انضم الیہم العرب والعجم فہا قلعہ
شدیداً ثم ان المسلمین لجأوا الی حصن جوانا فخاصہم فیہ عدوہم

۴
نہایت ہر کوئی قلعہ و شہر میں محفوظ رہتے ہیں اس کے اکثر شہر و ن شہر میں بنایا جاتا ہے۔ اور خود قلعہ کے اندر رنج و غیرہ کی آسائش کے حیات بازار مندریں جا رہے ہیں خود قلعہ کے اندر مصرت ہو جاتی ہے چنانچہ کلکتہ وغیرہ کا آباد قلعہ اسیر شاہ ہے۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے کہ عہد نبوی میں قلعہ ہو سکے بعد کسی قلعہ نہ آیا ہو یا سر زمین میں بھی قلعہ ہو مگر غیر آباد ہو اگر قرہ بہ کہ جیسا کہ فی زمانہ بہت قلعے رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ تاریخی واقعات ثابت ہے کہ عہد نبوی میں وہ قلعہ نہایت آباد تھے بعد ازاں کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ کی ولادت کے زمانہ میں بحرین کے چنانچہ قلعہ بنائے گئے تھے عبد بن العفیر و ہارون بن العفیر ان مرتدین کے لئے جو وہاں رہتے تھے۔ پھر مسلمانوں کو شکست ہوئی اور جو کے قلعہ میں جا کر پادانی چنانچہ بنائے گئے وہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ بنی مرزہ فرجہ العلاء علیہم بن انضم الیہم العرب والعجم فہا قلعہ شدیداً ثم ان المسلمین لجأوا الی حصن جوانا فخاصہم فیہ عدوہم

یعنی ذلالت بقول عبد اللہ بن حذق الکلابی ۷

لَا أَبْلُغُ أَبَابَكْسِرَ الْوُكَا
وَفَتَيَاكَ الْمَدِينَةَ أَجْمَعِينَ
قَهْلُكَ فِي شَبَابٍ مِّنْكَ امْسُوا
أَسَارِي فِي جَوَاتِ مُخَاصِرِينَا

ان دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ آگاہ ہو کہ تو پہنچا دے ابو بکر کو پیغام
اور تمام جوانانِ مدینہ کو۔ آیا تیرے کچھ تبریر و اپنے ان جوانوں کے بار میں جو قیدی ہو گئے ہیں جو اٹا میں قید ہو کر
حافظ ابن مردد کی قول سے اور اس زمانے کے شاعر کے شعر سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جو اٹا کا قلعہ
اس زمانے میں آباد تھا اور مستحکم اور بجا رہا قلعہ کی جو شان ہوتی ہے اس وقت اس میں موجود تھی کہ مسلمانوں
نے اس میں پناہ لی۔ بلکہ یہاں تک ثابت ہے کہ اہل اسلام اس میں بہت دنوں تک محصور ہوئے۔
چنانچہ علامہ سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان میں لکھا ہے شمر نازل العلاء حصن جو اٹا مدینہ
پس ایسا قلعہ جہاں بہت دنوں تک محصور اور دشمنوں سے محفوظ رہا لیکن اس کے اندر مصرت
ضروری۔ ثالثاً جو اٹا کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ چار ہزار زیادہ آدمی وہاں رہتے تھے علامہ ابنی نے
شرح بخاری میں لکھا ہے حتیٰ قبل کان یسکن فیہا اربعۃ آلاف ظاہر ہے کہ جہاں اتنے آدمی
رہتے ہیں وہاں کوچہ و بازار بھی ضرور ہوا کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جو اٹا کے
اسلام لانے کے قبل اہل اسلام مختلف قری میں یقیناً رہتے تھے اگر اہل قریٰ پر نماز جمعہ واجب تھی تو
مدینہ کے بعد پہلی نماز جمعہ ان مواضع میں قائم ہو جاتی جو مدینہ سے دو چار میل پیش کوں کے فاصلے
پر تھے اور جو اٹا جو مدینہ سے منزلوں دور ہے وہاں پہلی نماز جمعہ نہوتی اور حدیث میں آیا ہے کہ مدینہ کے
بعد پہلی نماز جمعہ جو اٹا میں ہوتی جس سے یقیناً ثابت ہے کہ جو اٹا شہر تھا چونکہ وہاں کے باشندے
دوسرے اہل شہر سے پیشتر اسلام لائے اور دوسرے شہروں کے باشندے اسلام لانے میں اہل جو اٹا موخر تھے
اسوجہ مدینہ کے بعد پہلی نماز جمعہ جو اٹا میں ہوئی غرض کہ بخاری کی حدیث ہے جو اٹا کا شہر ہونا ثابت ہے

خامساً ابو عبید بکری نے اپنے معجزہ میں لکھا ہو بھی صدینہ بالبحرین لعبد القیس
 اسی طرح شیخ ابو الحسن نخعی اور صاحب مہوط نے جو اثنا کو مدینہ لکھا ہے یہ پانچوں دلیلین سی میں جن کو
 دیکھ کر کوئی اہل فہم و صاحب انصاف جو اثنا کے شہر ہونے سے ہرگز انکار نہیں کر سکتا قولہ لیکن جبکہ
 جو اثنا کا قریہ ہونا خود بقول ابن عباس ثابت ہو الخ **اقول** ابو داؤد کی وہ روایت جو بطریق وکیع
 عن ابراہیم بن طہمان عن ابی جمرہ عن ابن عباس مروی ہے اور اس میں لجوا اثنا قریہ من قری البحرین
 مروی ہے تو یہ لکڑا قریہ من قری البحرین ابن عباس کا قول ہونے میں کلام ہے۔ اہم بخاری نے
 جو اس روایت کو کتاب الحجۃ میں بطریق ابو عامر العقدی عن ابراہیم بن طہمان عن ابی جمرہ
 عن ابن عباس اخراج کیا ہے اس میں لجوا اثنا من البحرین ہے اس میں قریہ کا لفظ نہیں ہے اس روایت
 صرف اثنا ثابت ہوتا ہے جو اثنا بحرین کے علاقہ میں ہے۔ اور اہم بخاری نے جو اس روایت کو کتاب المغا
 میں اخراج کیا ہے تو اس کے آخر کا کرا یون مروی ہے جو قریہ من البحرین لجوا اثنا یعنی قریہ من البحرین
 یعنی کے لفظ سے ثابت ہوتا ہے کہ قریہ من البحرین ابن عباس کا قول نہیں ہے بلکہ کسی راوی کا ہے۔
 پس یہ دعویٰ کہ یہ ابن عباس کا قول ہے باطل ہو گیا قولہ تو اب دوسرے کے قول کو ایک دلیل القدر
 صحابی کے مقابلہ میں پیش کرنا سخت جہالت اور بے ادبی اور گستاخی اور ضعف ایمان کی دلیل ہے۔
اقول وکلام ثابت کر چکے کہ یہ صحابی کا قول نہیں ہے ثانیاً اگر ابن عباس کی قول تسلیم کر لیا
 جائے تو جو اثنا کے قریہ بمعنی لغوی ہونے سے کسی کو انکار نہیں اور معترض صاحب جو جہالت وغیرہ کی
 نسبت اپنا قلم جو ان کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لٹاکیر اور طائف وغیرہ پر قرآن پاک میں قریہ کا
 اطلاق آیا ہے پس سب فہم معترض شہر انھما کہ وہ شہر طائف کہنا سخت جہالت اور بے ادبی اور
 گستاخی اور ضعف ایمان کی دلیل ہیں قولہ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ جن لوگوں نے جو اثنا کو مدینہ لکھا ہے
 بعد میں مدینہ لکھ دیا ہو الخ **اقول** ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نبوی میں اور اس کے قبل وبعثی

جو اثنا عشر تھا۔ اور اسکان کو تو بہت بچہ دخل ہو یہ بھی ہو سکتا ہو کہ عبد نبوی میں شہر ہوا اور اس کے بعد اجر کر ابراہیم بن طہان کے زمانہ میں جو دوسری صدی رادی میں قرہ ہو گیا ہو تو کہ وہ نہایت ہی کونہا قویۃ اقول شکستہ ماں قلعہ تو بہت قرہ ہونے کے سنائی نہیں مگر جب ہم نے معجم البلدان میں ثابت کر دیا کہ وہ قلعہ عبد نبوی میں آباد اور بر طبع مستحکم و قایم بنا ہوا تھا تو بیشک قرہ ہونے کے سنائی ہو۔ آج تک کوئی قلعہ ایسا پایا نہیں جاتا جسکی دیواریں مضبوط۔ پچانک موجو سامان رسد اس میں طیار بچر بھی وہاں کو چہ و بازار نہوں ^{۱۱۱۱} قول کہ یہ تاویل اس وقت درست ہو سکتی ہے جبکہ مولف پہلے جو اثنا عشر کا مدینہ ہونا آنحضرت کے عبد مبارک میں ثابت کر لین اقول مولف نے بفضلہ تعالیٰ اسکو ثابت کر دیا۔ اب آپ کو تسلیم کرنے میں کیا عذر ہو۔

مصر جامع میں فرق و نکی تعریفیں

قولہ اسپر کیا دلیل ہو کہ مکہ و طائف پر قرہ کا اطلاق باعتبار معنی لغوی ہو اس واسطے کہ یہ بات مولف اس وقت کہہ سکتے ہیں جبکہ مولف پہلے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی تعریف مصر کو رد کر لین کہ ان آئمہ کی تعریف کے رو سے مکہ و طائف قبل الفتح مصر نہیں ٹھہرتا اقول ان آئمہ کے نزدیک شرط جمعہ فقط مصر نہیں ہو بلکہ مصر جامع ہو جیسا کہ ہایہ وغیرہ سے ثابت ہو اور حضرت علی کے اثر میں بھی مصر جامع کا لفظ ہو کتب فقہین جہاں کہیں شرط جمعہ کے باب میں مصر کا لفظ آیا ہو اور جامع کی قید نہیں اس سے مراد مصر جامع اور مصر مصر جامع ان دونوں کے مفہوم میں سیاق ہی قیاسی کہ مسجد جامع کے معنوں میں فرق ہو۔ آئمہ نے جہاں کہیں مصر جامع کی حد لکھی ہو کہیں مصریت ضرور معتبر ہو کیونکہ مقید میں مطلق کا مفہوم ضرور ہوتا ہو۔ وجود مقید بدون وجود مطلق محال ہو مصر اور قرہ ان دونوں میں وجود انبیہ ضرور ہو جہاں کہیں انبیہ نہوں گے وہ نہ مصر نہ قرہ۔ اور فارق میان مصر قرہ

صرف دیود سکات اسواق پر بھی بیٹھا کہ جو ایک قریہ پر جہاں بازار نہیں ہو سکتا چھ من بازار
 اس جگہ کی سب سے بڑا نامی و ناموس زمین و زمین جمعہ درست ہو جاتا ہے غرض کہ جہاں زمین
 سکات اسواق پائے جیسے وہ ضرور ضرور ہو ورنہ وہاں وغیرہ شہر ہونے کے لئے ہرگز شرط نہیں
 یہ سب عوارض شہر ہونے کے وجود عدم و شہر ہونے اور نہ ہونے میں ہرگز شرط نہیں دیکھئے
 قرآن پاک میں چند جگہ مکہ معظمہ پر بلکہ کا صدق یا جیسے کہ اَقْبَلُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ
 حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَهَذَا الْبَلَدِ الْكَاهِلُ۔ ن آیات کریمہ میں جو کہ ہیں
 بلکہ سے مکہ معظمہ مراد ہے حالانکہ وہاں قبل الفتح کوئی دلی نہیں تھا۔ اسی طرح مرقہ و تہیہ و کوفہ
 و بغداد و دمشق قبل الفتح بھی باوجود عدم اقامت حدود شرعیہ بالاتفاق شہر کہلاتے تھے جنک
 شہر ہونے سے کوئی انکار نہیں کیا۔ اسی طرح حبشہ میں حاکم ہو اگر وہاں کھیت باہر چلے جائے تو وہ
 شہر ہے۔ کچھ غرض کہ جو یہ سکات اسواق کوئی دوسری چیز و تجارت شہر ہونے کی
 علامت نہیں ہے بلکہ علامت عبادت تھانہ ہے۔ غرض کہ زمین جہاں زمین کو چاہے وہ بازار
 ہیں مگر عوارض شہر بہت ہی کم ہیں سب سے زیادہ متاخرین میں قسب کہتے ہیں۔ در اگر عوارض شہر وہاں
 کچھ بھی نہیں تو باعتبار معنی انوی بیشتر پر قریہ کہ طلاق ہوتا ہے مگر تہیہ میں مصریہ کیونکہ ہم اوپر
 ثابت کر چکے کہ مصریہ پر جہاں کو چاہے وہ بازار ہوں۔ اب یہاں جگہ جگہ اسکا اطلاق مختلف
 معنوں میں آتا ہے۔ جامع کے انوی معنی کے آئمہ کے ہیں کبھی اسکا اطلاق ذات الجماعہ پر ہوتا ہے اور
 کبھی ذات الجموعہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے و قس علیٰ ہذا۔ غرض کہ چونکہ یہ لفظ کثیر المعنی ہے اسوجہ مصر جامع
 کی تفسیر میں ائمہ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ فقہانے جماعہ سے ائمہ سے جو مصر جامع کی حد نقل کی ہو لو اکثر
 جامع کی تفسیر پر اکتفا کی ہو۔ اور مصر چونکہ تعارف ہو سکتی تفسیر سے اعماعن کیا ہے۔ مگر کچھ بھی اکثر تفسیرین
 ایسی ہیں جن سکات اسواق غرض کہ زمین۔ چنانچہ صاحب مہتاب نے جو امام ابو یوسف سے

یہ پہلی روایت نقل کی ہو والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام
 ویقیم الحدود۔ یہ تفسیر حرف جامع کی ہو مگر یہ تفسیر سی ہو جس وجود سلک اسواق بھی نقل آئی ہو
 کیونکہ محکم عدالت قضا و میں ہوتا ہو جہاں کوچہ بازار بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی تفسیر کے قریب
 وہ تفسیر ہو جسکو علامہ عینی نے بنایا ہے میں امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہو وہ لکھتے ہیں یحقن ابی حنیفہ
 هو ما یجتمع فیہ مرا فق اھلہ کدینا و دیننا۔ مرافق دین یعنی حوزہ الدین وہی امیر قضا
 وغیرہ ہیں چنانچہ بنایا ہے میں جو اگر مستقصی حوزہ الدین کی تفسیر لکھی ہو وہو القاضی المفق
 والسلطان۔ بہر کیف یہ تفسیر مصریت کو لازم ہو یا یون کہنے نہ نقطہ موعع اور کلمہ مامراد مصر
 اسی طرح امام ابو یوسف سے جو یہ دوسری روایت منقول ہے انھما اذا اجتمعوا فی اکبر
 مساجد ہم لم یسعہم یہ بھی حرف جامع کی تفسیر ہو۔ اصل یہ ہو کہ مصر جامع میں جامع
 بمعنی ذات الجماعۃ لیا ہو اور جماعت کی تعداد کا یہ اندازہ بتایا ہو۔ اس تفسیر میں اگر وجود تعدد مساجد
 بھی معتبر ہو جیسا کہ ظاہر عبارت کے مفہوم ہوتا ہو تو اسی سے وجود سلک اسواق بھی نقل آتا ہو کیونکہ
 چند مسجدیں ہیں ہوا کرتی ہیں جہاں کوچہ بازار بھی ہوتے ہیں مگر بعد غور و تحقیق ظاہر ہوا کہ حقیقت
 میں تعدد مساجد معتبر نہیں بلکہ یہ مراد ہو کہ جامع وہ مقام ہو جہاں کے مکلفین کی جماعت ہر قدر
 کہ لگرو دہان چند مسجدیں ہوں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں انگلی گنجائش ہو سکے۔ اور اگر وہاں
 چند مسجدیں نہ ہوں تو وہاں یا وہاں کے اطراف و جوانب میں جو بڑی مسجد ہوگی تعداد جماعت میں
 اسی کا اعتبار ہوگا۔ اور عدم اعتبار تعدد مساجد کی دلیل یہ ہو کہ اولاً امام ابو یوسف رحمہ کے
 نزدیک بزمانہ حج منامین مسجد جائز ہو۔ حالانکہ وہاں چند مسجدیں نہیں۔ البتہ موسم حج میں وہاں
 بازار پس جاتا ہو جسکی وجہ سے مصریٹ صادق آتی ہو پس اگر تعدد مساجد کی شرط معتبر بھی جائے
 تو امام ابو یوسف رحمہ کی یہ تفسیر وہاں صادق نہیں آتی۔ اور یہ کیونکہ ہو سکتا ہو کہ وجود تعدد مساجد

یہ پہلی روایت نقل کی ہو والمصر الجامع کل موضع له امیر وقاض ینفذ الاحکام
 ویقیم الحدود۔ یہ تفسیر حرف جامع کی ہو مگر یہ تفسیر سی ہو جس وجود سلک اسواق بھی نقل آئی ہو
 کیونکہ محکم عدالت قضا و میں ہوتا ہو جہاں کوچہ بازار بھی ہوتے ہیں۔ اور اسی تفسیر کے قریب
 وہ تفسیر ہو جسکو علامہ عینی نے بنایا ہے میں امام ابو حنیفہ سے نقل کیا ہو وہ لکھتے ہیں یحقن ابی حنیفہ
 هو ما یجتمع فیہ مرا فق اھلہ کدینا و دیننا۔ مرافق دین یعنی حوزہ الدین وہی امیر قضا
 وغیرہ ہیں چنانچہ بنایا ہے میں جو اگر مستقصی حوزہ الدین کی تفسیر لکھی ہو وہو القاضی المفق
 والسلطان۔ بہر کیف یہ تفسیر مصریت کو لازم ہو یا یون کہنے نہ نقطہ موعع اور کلمہ مامراد مصر
 اسی طرح امام ابو یوسف سے جو یہ دوسری روایت منقول ہے انھما اذا اجتمعوا فی اکبر
 مساجد ہم لم یسعہم یہ بھی حرف جامع کی تفسیر ہو۔ اصل یہ ہو کہ مصر جامع میں جامع
 بمعنی ذات الجماعۃ لیا ہو اور جماعت کی تعداد کا یہ اندازہ بتایا ہو۔ اس تفسیر میں اگر وجود تعدد مساجد
 بھی معتبر ہو جیسا کہ ظاہر عبارت کے مفہوم ہوتا ہو تو اسی سے وجود سلک اسواق بھی نقل آتا ہو کیونکہ
 چند مسجدیں ہیں ہوا کرتی ہیں جہاں کوچہ بازار بھی ہوتے ہیں مگر بعد غور و تحقیق ظاہر ہوا کہ حقیقت
 میں تعدد مساجد معتبر نہیں بلکہ یہ مراد ہو کہ جامع وہ مقام ہو جہاں کے مکلفین کی جماعت ہر قدر
 کہ لگرو دہان چند مسجدیں ہوں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں انگلی گنجائش ہو سکے۔ اور اگر وہاں
 چند مسجدیں نہ ہوں تو وہاں یا وہاں کے اطراف و جوانب میں جو بڑی مسجد ہوگی تعداد جماعت میں
 اسی کا اعتبار ہوگا۔ اور عدم اعتبار تعدد مساجد کی دلیل یہ ہو کہ اولاً امام ابو یوسف رحمہ کے
 نزدیک بزمانہ حج منامین مسجد جائز ہو۔ حالانکہ وہاں چند مسجدیں نہیں۔ البتہ موسم حج میں وہاں
 بازار پس جاتا ہو جسکی وجہ سے مصریٹ صادق آتی ہو پس اگر تعدد مساجد کی شرط معتبر بھی جائے
 تو امام ابو یوسف رحمہ کی یہ تفسیر وہاں صادق نہیں آتی۔ اور یہ کیونکہ ہو سکتا ہو کہ وجود تعدد مساجد

بھی اُنکے نزدیک معتبر ہو اور پھر بھی وہ متامین نماز جمعہ کے قائل ہوں۔ پس اس صاف ثابت ہو
 کہ ان کے نزدیک اس تفسیر میں تعدد مساجد شرط نہیں ہے ثانیاً بعض علماء کے قول سے صراحتاً
 ثابت ہوتا ہے کہ تعدد مساجد شرط نہیں ہے چنانچہ علامہ عبدالرحمن بن مفتی کہ معظریہ نے اپنے فتویٰ مطبوعہ
 سلطانی واقعہ مکہ معظمہ میں لکھا ہے فعل من هذا ان مساجد وضع من المواضع المذكورة
 اذ كان في كل مسجد او مساجد اكبده الا يسع اهله للمكلفين بها فهو مصر جامع
 غرض کہ وجوہ مذکور واثبات یہ ہو کہ اس تفسیر میں وجود مساجد شرط نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہاں
 کے مکلفین کی جماعت اتنی زیادہ ہو کہ بڑی مسجد میں ان کی گنجائش نہیں ہو سکتی ہو۔ جب اتنی جماعت
 ہوگی تو وہ جامع ہوگا۔ اور مصر جامع جب ہوگا کہ وہاں مصریٰ بھی پانی جائیگی یعنی وہاں کوہ و
 بازار بھی ہونگے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ سے بقول معتبر مصر یعنی مصر جامع کی جو تفسیر منقول ہے اس میں
 حد مصر و عوارض شہر بھی نہ کورہیں اور جامع کی بھی تفسیر چنانچہ علامہ عینی و صاحب فتح القدیر نے
 امام ابو حنیفہ رحمہ سے یہ تفسیر نقل کی ہے وہ ببلدة کبيرة فيها سكاك واسواق ولها
 رساتيق ووال ينصف للظلم من الظالم وعالم يرجع اليه في الحوادث تنق
 اس میں فیہا سکاٹ واسواق حد مصر ہے رہا رساتیق عوارض شہر سے ہے جبکہ وجود
 وعدم کو مصر جامع ہونے میں کچھ دخل نہیں کہ یہ کہہ دو گامتا میں بزمانہ حج امام ابو حنیفہ رحمہ کے
 نزدیک نماز جمعہ جائز ہے۔ حالانکہ سنا کہ تعلقہ این نہیں ہیں ثانیاً علامہ عینی نے بنائے میں
 جو امام ابو حنیفہ سے یہ روایت نقل کی ہے کل بلاد فیہا سکاٹ واسواق ووال ينصف للظلم
 من ظالمه وعالم يرجع اليه في الحوادث۔ اس روایت میں لہا رساتیق کی قید نہیں
 جس سے ثابت ہے کہ یہ عوارض شہر سے ہے اسکو نہ مصریٰ میں دخل ہے نہ جامعیت میں۔ باقی رہے
 والی و عالم وہ جامع کی تفسیر ہے نہ لہا حصہ یہ کہ نماز جمعہ کے لئے مصر جامع شرط ہے اور مصریٰ ہے چنانچہ

اینہو کو چہ و باز رہوں۔ جہاں کو چہ بازار نہیں دے مصر میں نہ نماز جمعہ درست نہیں وہاں
 مسجد جامع یا ذن حاکم بنائی ہو یا نہ کسی ضرورت سے چند روز کے لئے میرزا قاضی و
 حاکم آگئے ہوں یا وہاں اسے مسلمان کلمہ ہوں کہ بڑی مسجد میں انکی گنجائش نہیں ہو سکتی ہو۔ ان
 بعض صورتوں میں گو وہ مقدمہ جامع ہو مگر بوجہ عدم وجود سگ اسوق مصر جامع نہیں ہو جو
 صحت نماز جمعہ کے لئے شرط ہو۔ اور اگر کو چہ بازار میں تو وہ تمام مصر ہو اسوقت دیکھنا ہوگا
 کہ جامع ہو یا نہیں اگر وہاں قاضی میرزا سلطان ہیں تو وہ بیشک مصر جامع ہو۔ اور اگر قاضی
 وغیرہ نہیں مگر وہاں حاکم و عالم ہیں تو موافق تفسیر امام ابی حنیفہ رحمہ وہ بھی مصر جامع ہو اور اس
 قول کو بہت فقہائے اصح کہا ہے اور اگر حاکم و عالم نہیں مگر وہاں کے مکلفین نمازی ہوں یا
 غیر نمازی انکی جماعت کی تعداد اس قدر ہو کہ بڑی مسجد میں انکی گنجائش نہیں ہو سکتی تو یہ فرق
 تفسیر ثانی امام ابو یوسف رحمہ مصر جامع ہو۔ اور یہی قول اکثر فقہا کا منقہ ہے۔ ورنہ صحیح ہو کہ
 یہی چند تفاسیر مذکورہ بالا ایسی ہیں اصح یا منقہ ہیں باقی تفسیریں جو بعض بعض تفاسیر
 سے منقول ہیں جو بیشتر قبیل و سرودی ایسے کلمات ترمیم کے ساتھ مروی ہیں۔ وہ سب
 غیر معتبر ہیں۔ بالینہم اگر ان میں وجود سگ اسوق معتبر ہو تو ضرور ہر حال غلط ہیں کیونکہ
 باتفاق ائمہ حنفیہ نماز جمعہ کے لئے مصر جامع شرط ہو اور اثر علی رضا جو اس باب میں نص صریح و
 باسناد صحیح مروی ہے اس میں بھی مصر جامع ہو اور مصر جامع بدین مصری ہو نہیں سکتا۔ اور معتبر
 کے لئے وجود سگ اسواق ضروری ہے اب ہماری تمام تقریریں اوکا معترض جہاں اعتراض کہ
 کہ ان ائمہ رحمہ نے جو مصر کی تعریف کی ہے وہ کہ پر قبل الفتح صادق نہیں تھی بالکل مدفوع ہو گیا۔
 کیونکہ ان ائمہ رحمہ نے جو تعریفیں کی ہیں وہ مطلق مصر نہیں بلکہ مصر جامع یا جامع کی جو مکہ معظمہ
 قبل الفتح بیشک صادق نہیں تھیں۔ مگر بوجہ وجود سگ اسواق حد مصر پر ضرور صادق تھی

ثانیاً جو بوجہ عدم فرق مصر و مصر جامع رہا بات مشہور ہو گئی ہو کہ ائمہ نے مصر کی ایسی تعریفیں کی ہیں کہ بڑے بڑے شہر قریہ اور چھوٹے چھوٹے قریہ شہر ہو جاتے ہیں جن کو اہل ہرگز قبول نہیں کرتا وہ سب خیالات باطل ہو گئے اور اس مجتہدین جو کھیاں پر گئی تھیں وہ سب حل ہو گئیں اور نہایت پر زور دلیلوں سے مصر و غیر مصر میں فرق بین دکھا دیا گیا **ہذا ما القنی فی الحدیث**

بقیہ مباحثہ دلیل مضم

قولہ اسکے علاوہ ہم کسی عبادت مفروضہ میں یہ نہیں دیکھتے کہ وہ اہل شہر پر واجب ہے اور اہل قریہ اس سے مستثنیٰ ہیں الخ اقول ہم بھی کسی کنہ میں ارکان اسلام میں یہ نہیں دیکھتے کہ مرد پر فرض اور عورتیں مستثنیٰ ہوں۔ دیکھو نماز پنجگانہ صوم رمضان حج و زکوٰۃ۔ ان تمام ارکان میں مرد اور عورت برابر ہیں یعنی وہ دونوں پر یہ سب ارکان فرض ہیں مگر کچھ بھی جمعہ عورتوں پر فرض نہیں ہوتا۔ قولہ ہم نہیں سمجھتے کہ تبعہ میں یہ تفریق کیوں پیدا ہو گئی اقول ہماری اوپر کی تقریر سے بے تفریق کما حقہ ثابت ہو چکی کہ اگر اہل قریہ کو امت مسلمہ میں گن کر جمعہ ادا کرنے کا حکم دیا جاتا تو تہذیب و آداب طاق تھی۔ اور اگر ان کو اپنا اپنا قریہ میں جماعت کا اذن دیا جاتا تو نماز پنجگانہ کے اعتبار سے زیادتی جماعت کی متصویر نہیں بنتی بلکہ قریہ میں تفریق جماعت لازم آجاتی **قولہ** ہم کہتا ہوں کہ اگر حنفیہ باوجود اسکے اپنے اس قول سے باز نہ آئیں گے تو وہ اہل قریہ جو آج ان حنفیہ کی تحریک جمعہ چھوٹی بیٹھے ہیں وہ قیامت کے دن علی روس الخلاق کا دہن ضرور پکڑیں گے اقول حنفیہ تو قیامت میں اپنے امام عالی مقام سے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جناب سول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دہن پکڑ لیں پس پھر پھر جو مکیہ میں کسی فکر ہو کہ حضرات غیر مقلدین جو جمہور اہل اسلام کے خلاف اس امر کے قائل ہیں کہ نماز جمعہ ہر گز درست ہے۔

جسکی وجہ جمعہ جو جامع الجماعات ہو آئین سخت تفریق پیدا ہو گئی ہو اگر وہ باوجود دعویٰ اتباع سنت اپنے اس فعل سے باز نہ آئیں گے تو قیامت میں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائے اسکے علاوہ مقرض جسکے نزدیک مسافر پر بھی جمعہ فرض ہو مگر ان کے بعض اکابر مذہب جیسے علامہ ابن قیم وغیرہ اور ان کے مجتہد مطلق جسکی فرمایش سے یہ رسالہ لکھا ہے یہ لوگ مسافر پر جمعہ کی فضیت کے قائل نہیں پس حسب زعم مقرض صاحب یہ لازم آتا ہے کہ جن مسافروں نے ان حضرات کی تحریر کی وجہ ترک جمعہ کیا ہو وہ قیامت میں انکا دامن ضرور پکڑیں گے دیکھیں مقرض جیسا اس کشاکش سے کیونکر نجات پاتے ہیں قولہ مولف کے اس فعل سے حق ظاہر ہو گیا وہ یہ کہ زمانہ نبوی میں بعض اہل قرہ مکلف باقامت جمعہ فی القرۃ تھے اور وہ اہل قرہ وہی ہونگے جو عوالی مدینہ سے خارج ہیں الی قولہ الحمد للہ کہ مولف کے ایک لفظ کل سے مولف کی کل تقریریں بہاؤ مشورہ ہوئیں۔

اقول ماشاء اللہ علم وفہم ہو تو ایسا ہوا اور ہر تعداد ہو تو ایسی ہو۔ مولف کے اس کہنے سے کہ اگر زمانہ نبوی میں کل اہل قرہ مکلف باقامت جمعہ ہوتے تو حضرت علیؓ پر یہ امر مخفی نہیں ہو سکتا یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ بعض اہل قرہ مکلف باقامت جمعہ فی القرۃ تھے۔ ہمارے مقرض جیسا کہ یہ تقریر محض عامیانہ ہو کیونکہ اوکا سلب کل مستلزم ایجاب بعض کو نہیں ہو مثلاً اگر کوئی یہ کہے کہ کل انسان جحر نہیں ہیں تو اس سے یہ نہیں نکلتا کہ بعض انسان جحر ہیں۔ مولف کی عبارت سے صرف اس قدر نکلتا ہے کہ عہد نبوی میں کل اہل قرۃ مکلف باقامت جمعہ تھے جیسا کہ حضرات غیر مقلدین کا دعویٰ ہے۔ رہی یہ بات کہ بعض اہل قرۃ مکلف تھے یا نہ تھے اس کے بیان سکوت کا

ثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جا کہ اس عبارت سے یہ نکلتا ہے کہ عہد نبوی میں بعض اہل قرۃ مکلف باقامت جمعہ تھے تو مولف کے خلاف کب ہو جو قرۃ کہ فنا فی مصر سے ہوتا ہو وہاں کہنے والوں کو مکلف باقامت جمعہ حقیقت ہی میں قولہ اب اس سے بڑھ کر کیا پکڑ ہوگی قول ایک تو ہمیں گفت

اس پر یہ نقل پھر طرہ یہ کہ لفظ کیسا خوبصورت مجھے تو مقرر حسب کی ایسی وحشیانہ پکڑ کے جواب لکھتے ہیں
 شرم آتی ہو تو کہ علامہ شوکانی نے جو نیل بالاد طایین یہ لکھا ہے ولا اجتہاد فیہ مسح فلا یتھض
 للاحتیاج باہ بہت ٹھیک لکھا ہے۔ رہا سبب اجتہاد سو اسکو حضرت علی ہی جانیں **اقول**
 مقرر صاحب نے تو خوب کہی کہ حضرت علی ہی جانیں۔ اگر ایسا ہی کہنا ہو تو ہر قول صحابہ رضی کی نسبت
 جو ماکا حیدر لک بالرای سے ہو کہہ سکتے ہیں کہ یہاں اجتہاد کو دخل ہو اور وجہ اجتہاد قائل
 جانے۔ جس کا یہ دعویٰ ہو کہ یہاں اجتہاد کو دخل ہو تو اسکو مقیس علیہ ضروری بیان کرنا چاہئے علی الخصوص
 ایسی حالت میں کہ خصم نے تفسار کیا ہو کہ اس میں کون سے اجتہاد کو دخل ہو حسین احتمال خطا ہونے
 سے قابل احتیاج نہیں۔ مقرر صاحب کا مقیس علیہ بیان نکرنا صاف اسپردال ہو کہ یہاں
 اجتہاد کو دخل نہیں ہو۔ مقرر حسب ایسا اگر کوئی مقیس علیہ نکالیں گے تو انکے دعوے کے ضرور خلاف
 واقع ہوگا۔ المختصر علامہ شوکانی کا یہ دعویٰ محض غلط ہے۔ اور بیشک قول حضرت علی رضی اللہ عنہ
 ماکا یعقل بالرای سے ہے جسکی وجہ سے حکم ایہ قول مرفوع ہے۔

مباحث متعلقہ دلیل ہشتم

قولہ یہ اثر بھی مولف کے دعوے کے موافق نہیں بلکہ موافق کے دعوے کے مخالف و مزاحم ہو
اقول یہ تو حضور کا سخن تکیہ ہو جا بجا یوہین ارشاد ہوا ہو ہر کیف پہا ہم سکو ثابت کرنا چاہتے ہیں
 کہ قدم وفد عبد القیس سنہ ۱۰ ہوا تھا اس کے بعد سب آگے باتوں کا جواب یا صواب لکھ دیتے ہیں
 اس میں تو کوئی کلام ہی نہیں کہ آیا تحریم خمر نازل ہو چکی تھی اور ہجرت تک کہ سے کم دو تین برس۔ نیز
 گزر چکے تھے اور صحیح بخاری کی بعض روایات یہ بھی ثابت ہو کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اور انکا نخل آپ کے ساتھ علی البجج سلمہ میں ہوا تھا پس قدم وفد عبد القیس

سنہ ۱۰ کے قبل جو نہیں سکتا۔ اور حافظ ابن حجر سنہ فتح الباء ہی جلد ثامن میں لکھا ہے کہ عبد القیس کے
 دو وفادے ہوئے تھے ایک فتح مکہ کے قبل سنہ ۵ میں یا اسکے قبل اور دوسرا بعد الفتح سنہ ۱۰
 میں۔ اب میں کہتا ہوں کہ سنہ ۵ کے بعد پہلا وفادہ تھا کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل جلد اول میں جو
 واقعہ عبد القیس باسناد صحیح بطریق قتادہ عن سعید بن المسیب عن عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے
 اس میں حکم حج بھی باین الفاظ مذکور ہے وان یحجوا البیت اور حج علی الاصح سنہ ۱۰ میں فرض ہوا تھا
 جس کا خود معترض جیسا کہ اقرار ہے پس قدم وفد عبد القیس سنہ ۱۰ میں یا اسکے بعد ہوا ہے اور ^{لفظ}
 ابن حجر نے یہ تصریح کی ہے کہ وفد عبد القیس جب مدینہ سے واپس گئے تو اپنے یہاں جمعہ قائم
 کیا اور معترض جیسا کہ نزدیک زیست جمعہ بعد نزول سورہ جمعہ ہوئی ہوا۔ رجم آگے چلے
 ثابت کر دیں گے کہ نزول سورہ جمعہ کے وقت اب دریرہ رمضان ہو چکے تھے اور اسلام ہو چکا
 سنہ ۱۰ میں واقع ہوا ہے پس معترض جیسا کہ یہ ماننا پڑے گا کہ جو اثنا میں جمعہ سنہ ۱۰ میں یا اسکے بعد قائم ہوا
 اور واقعہ سنہ ۱۰ لکھا ہے کہ سنہ ۱۰ میں قبل الفتح ان کا قدم ہوا تھا کما فی الفتح۔ واقعہ اگرچہ روایت
 حدیث میں مجروح ہیں مگر سیر و معازی میں وہ اہم الفتن تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ پس جب تک کہ فی
 نص صریح قول واقعہ کے خلاف نہ پایا جائے گا اس وقت قول واقعہ قول ابن حجر وغیرہ پر ضرر نہ
 مانا جائے گا۔ اور قول واقعہ کے خلاف کوئی نص ہرگز نہیں ہے پس یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ قدم وفد
 مذکور سنہ ۱۰ میں قبل الفتح واقع ہوا تھا۔ اور اس اثنا میں ہزاروں اشخاص مشرف باسلام ہو چکے تھے
 چنانچہ غزوہ بدر صغریٰ میں جو سنہ ۱۰ میں واقع ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ سو آدمی
 ہمراہ تھے۔ اہل اسلام میں جو لوگ اپنے گھر رہ گئے ان کا ذکر نہیں۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ سنہ ۱۰
 میں کتنے اشخاص ایمان لائے ہوئے ہونگے قولہ اس واسطے کہ اس روایت کے مضمون یہ ظاہر ہوتا ہے
 کہ علاوہ مدینہ و جاثا دیگر موضع میں بھی جمعہ ہوتا تھا **اقول** اگر موضع یہ ہے تو معترض جیسا کہ

قری میں تو مقرض صاحب کا یہ دعویٰ محض غلط ہے۔ اس روایت کو اس امر سے کچھ علاقہ
 نہیں اور اگر مواضع عام مقام مراد ہو تو یہ کہتا ہی کون ہو کہ عہد نبوی میں مدینہ و جاثا کے سوا کسی
 دوسرے شہر میں جمعہ قائم نہیں ہوا **قول** کہ چونکہ جوثا کا جمعہ سب جگہوں پہلے قائم ہوا تھا لہذا
 حضرت ابن عباسؓ نے تاریخاً یہ بات بیان کر دی کہ مسجد نبوی کے جمعہ کے بعد جو جمعہ قائم ہوا
 وہ جوثا میں تھا یعنی دیگر مواضع کے جمعہ اس کے بعد میں دیگر مواضع کے جمعہ اس کے بعد میں کہ
 ان مواضع کے اہل یان وقد عبد القیس کے بعد مسلمان ہوئے ہیں حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں
 ویں لی علم سبقہم الی الاسلام ما رواہ المصنف الی قولہ فضل علی انہم
 سبقوا جمیع القری الی الاسلام **اقول** یہ دعویٰ کہ اہل قری میں سب پہلے اہل جوثا
 اسلام لائے محض غلط ہے ہجرت کے بعد کا کیا ذکر قبل ہجرت بھی باہر کے لوگ اسلام لائے ہیں
 چنانچہ سیرت حلبیہ میں لکھا ہے ثم قدم علیہ صلی اللہ علیہ وسلم وہو بکاء وفد بخران
 وہم قوم من النصارى الی قولہ ثم استجابوا لہ وامنوا بہ وعر فوامنہ ما ہو
 موصوف بہ فی کتابہم پس اس قول سے صاف ثابت ہو کہ یہ دعویٰ کہ قبل عبد القیس
 کسی قبیلہ کے لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے محض غلط ہے عجیب نہیں کہ حافظ کا یہ مطلب ہو کہ قریہ کا
 قریہ جو سب سے پہلے مسلمان ہوا وہ اہل جوثا میں ہیں پس اس تقریر پر متفرق طور پر دوسرے اہل قری کے
 مسلمان ہونے سے انکار نہیں نکلتا۔ اسکے علاوہ حافظ ابن حجر کا استدلال اس امر پر موقوف ہو کہ جمعہ
 اہل قریہ پر بھی واجب تھا اور بحالت عدم تسلیم ہر گز اہل جاثا کی سبقت الی الاسلام نہیں نکلتی
 کیونکہ خصم یہ کہہ سکتا ہو کہ اہل جوثا کے پہلے بہت سے اہل قری مسلمان ہو چکے تھے مگر بوجہ عدم نصرت
 کسی قریہ میں نماز جمعہ قائم نہیں ہوئی جب اہل جوثا مسلمان ہوئے تو چونکہ جوثا شہر تھا سو جسے
 انھوں نے جمعہ اپنے یہاں قائم کیا۔ اور چونکہ اہل جوثا کے پیشتر اہل مدینہ طیبہ کے سوا کسی شہر کے

باشند سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اسوجہ مدینہ طیبہ کے سوا کسی شہر میں جمعہ قائم نہیں ہوا۔ پس
 مدینہ کے بعد جو پہلا جمعہ ہوا وہ جو اٹارن ہوا۔ دوسرے شہر دن میں اُس کے بعد جمعہ قائم ہوا۔ غرض کہ
 حافظ کا استدلال ہرگز صحیح نہیں۔ پس معترض جس نے حافظ کے قول پر جو کچھ تفریع کی ہو وہ سب بناء
 فاسد علی الفاسد ہے۔ قول کہ جب فد عبد القیس تمام اہل قریٰ پر سابق الاسلام ہیں تو مولف کا یہ نتیجہ کہ
 اُس مدت کے اندر سیکڑوں اہل عوالی و قریٰ مسلمان ہو چکے تھے۔ حافظ ابن حجر کے اس قول سے
 طشت ادا ہوا گیا۔ اقول جب حافظ کا قول غلط ثابت ہو گیا تو مولف کا نتیجہ اپنی جگہ پر بہت
 صحیح ہے۔ قول اُسے علاوہ یہ نتیجہ مولف کا اگر باعتبار اپنے اس قول کے ہے کہ قدم و فد عبد القیس
 ہجرت کے دو تین برس بعد ہو تو یہ نتیجہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ اس مدت کے اندر سیکڑوں اہل عوالی
 و قریٰ کا مسلمان ہونا حسب تحریر حافظ ابن حجر صحیح نہیں اقول مولف نے یوں لکھا ہے کہ کم سے کم ہجرت
 کو دو تین برس ضرور گزر چکے تھے۔ آپ نے کم سے کم کے لفظ کو کیوں اڑا دیا۔ بہر کیف حافظ ابن حجر کا
 قول جب خود غلط ہو تو مولف کا نتیجہ ہرگز غلط ثابت نہیں ہوتا۔ اور ہم اوپر ثابت کر چکے کہ قدم
 و فد کو رشتہ میں ہوا تھا۔ پس اس اثنا میں سیکڑوں اہل عوالی و قریٰ کے مسلمان ہونے میں
 شک ہے۔ قول اور اگر باعتبار قواعد اضنی عیاض ہے تو یہ قول قاضی عیاض کا صحیح نہیں ہو سکتا کہ اگر قدم و فد
 القیس میں ہوتا تو حج کا بھی ذکر ہوتا کیونکہ حج علی الاصح سنہ میں فرض ہو چکا تھا۔ پس حج کے ذکر نہ ہونے
 یہ حال یا کہ قدم و فد عبد القیس کے پیشتر ہوا ہے اقول اگر اس روایت میں جو بطریق ابی جرہ عن ابن عباس مروی ہے
 ذکر نہیں ہے تو نبی ہم پر لکھ چکے کہ سند امام احمد بن حنبل بن سید بن السیب و عمر بن ابن عباس ذکر حج موجود ہے۔
 بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ کسی روایت میں ذکر حج نہیں ہے تو عدم ذکر حج کا جواب خود ابن حجر نے فتح الباری
 جلد اول میں یوں دیا ہے لیکن یکنان یقال انہ انما اخبرہم ببعض الامور لکنہم سألوا
 ان یخبرہم بما یدخلون بفعلہ الخ فانتصر لہم علی ما یمکنہم فعلہ فی الحال لہم یقصد علما

بہاؤ الدین صاحب
تذکرہ خواجہ گرامی

بجميع الاحكام التي تجب عليهم فعلا وكاويدها على ذلك اقتصاره في المناهي والاحتيا
في الاوعا جميعا ان في المناهي ما هو اشد في التحريم من الانجاء ذلك اقتصر عليها الكثرة
تعاطيهما لها. پس باوجوديكه جواب باصواب فتح الباري من وجودي پھر بھی مقرض جساں ہم ذکر حج کو
اس کی دلیل ٹھہرائی کہ قدم وفد کو رکن کے قبل واقع ہوا تھا۔ اور قاضی عیاض کا قول اگر خلاف اصح ہو
تو یہ ہر حج بعد الفتح سنہ میں فرض ہوا تھا۔ رہا قاضی عیاض کا یہ قول کہ قدم وفد عبد القیس قبل الفتح سنہ
میں واقع ہوا تھا۔ ہرگز خلاف اصح نہیں ہو۔ بلکہ عین صواب ہو کہ امر قوی کہ اسکے علاوہ اگر ہم تسلیم بھی کریں
کہ قدم وفد عبد القیس سنہ میں واقع ہوا ہو تو بھی مولف کو اس کے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا ہوا سوائے کہ ممکن
کہ جو اثامین جمعہ قبل القدم ہی قائم ہو گیا ہوا قول جب قطابین حجر نے صاف لکھ دیا ہوا نا جمعا
بعد رجوع وفد ہم الیہم یعنی اہل جو اٹانے اس وقت نماز جمعہ اپنے یہاں قائم کی جب ان کو وفد مدینہ
واپس گئے۔ اور آج تک کسی اسکے خلاف دعویٰ نہیں کیا تو جب تک کوئی لیل اسکے خلاف میں قائم ہوگی ضرر
صاحب کے احتمال اسکا حانظ کا قول نظر انداز نہیں ہو سکتا اب ہم کہتے ہیں کہ اگر ہم تسلیم کریں کہ
جو اثامین قبل قدم وفد جمعہ قائم ہوا پھر بھی مقرض جساں کو اتنا ضرر تسلیم کرنا پڑیگا کہ سنہ کو بعد وہاں جمعہ قائم
ہوا کیونکہ آج کے نزدیک جمعہ نزول کے بعد جمعہ فرض ہوا اور وقت دل سورہ جمعہ ابو ہریرہ مشرف بسلام
ہو کر تھے چنانچہ صحیح مسلم طبع ثانی میں عن ابی ہریرۃ قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذ نزلت
علیہ سورۃ الجمعة فلما قرأوا آخرین منهم لما یلحقوا بعدوا من ہو کلاما رسول اللہ الحدیث
اصح یثبت صحیح سے مستثبات ہر پورا سورہ جمعہ ابو ہریرہ کے سامنے نازل ہوا کہ صرف یہ د آخرین منهم
جیسا کہ بعض اہل علم خیال کیا ہوا اس امر کی تائید ترمذی کی یہ روایت ترقی ہو عن ابی ہریرۃ قال کنا
عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین انزلت سورۃ الجمعة فتلاھا فلما بلغ آخرین منهم
یہ روایت اگرچہ ضعیف ہو مگر اس سے مسلم کی روایت صحیحہ کو اعتضاد ہو جائیگا غرض کہ ان روایات سے ثابت کہ نزول

سو جمعہ کے وقت ابو ہریرہؓ شریف باسلام ہو چکے تھے اور ابو ہریرہؓ میں اسلام لائے پس نزل سورہ جمعہ بھی میں یا
 اسکے بعد ہوا۔ ورجعتہ سن کے نزدیک فیض سے بہ بعد نزل سورہ جمعہ ہوئی جو تو اس سے ثابت ہو گیا کہ جو ان میں بھی جمعہ
 کے بعد قائم ہوا۔ اور اسی مولف کا نتیجہ کا حد ثابت کہ اس اثنا میں یہ کہوں اب فی مشرف باسلام ہو چکے
 قولہ کیونکہ وہ عبد القیس کا مسلمان ہو یا قبل القدم ثابت صحیح بخاری میں اتعبد القیس میں یہ الفاظ ہیں فقد انا
 یا رسول اللہ انک لا نستطیع ان ناتیث الا الشہر الحرام و بیننا و بینک هذا الحیض لیس فیما مضی
اقول میں تو اس کا نہیں کہ عبد القیس کے چچ لوگ قبل قدم و نہ نہ ان پر چکے تھے مگر وہ عبد القیس کے
 دیگر کہنے سے یہ ہرگز نہیں نکلتا کہ وہ لوگ قبل القدم مسلمان ہو چکے تھے۔ اکثر کہتے تھے حضرت علیؓ عبد السلام
 خدمت بابرکت میں آئے تھے اور جان با کمال کی زیارت کی تھی یا کچھ کمالہ بعد انکے دین تصدیق رستا ہو جانی
 یہ بیان الفاظ صرف اس قدر نکلتا کہ مواجد نبوی وقت انکے دین بیان تھا قبل القدم تھا یا نہ تھا اسکو کچھ تعلق نہیں
 قولہ فتح ابی بنی دقوله فقالوا یا رسول اللہ فیہ دلیل علی بقوم کا نہ احین المقابلہ مسلمین
 کہ ان فی قولہم کفارہ ہذا فی قولہم اللہ ورسولہ اعلم۔ **اقول** سبحان اللہ دعوتہ کہ قبل القدم وہ مسلمان
 ہو چکے تھے اور تا یہ میں ایسا تو ایسی شے ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت حضرت مسیح کا سوا اور نہ کیا نصیب تھا وہ مسلمان تھے۔ اب یہاں
 سے بھی معترض جیسا کہ علم فہم بخوبی اندر ہو سکتا ہے قولہ ابو داؤد وغیرہ کی روایت میں اسکی تفسیر اسکی ہر جا جو شافعیہ تھا کہ معترض
 بہ عرض جیسا کہ محض ابو ہریرہؓ کی روایت میں اسکی تفسیر نہیں کہ معترض جیسا کہ اوائل بیان کیا فارہ۔ ہاں چنانچہ قریہ کا
 اصدق آیا ہے بعض روایات میں جو کہ لغوی معنی میں ہیں جیسا کہ پہلے بھی اطلاق ہوا کہ اسکی تفسیر یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے **اقول** یہ کہ معترض
 جیسا کہ انہیں چاہتے ہیں کہ معترض جیسا کہ تمام ہو چکا۔ اور علم استدعا کی پوری تفسیر کہ اسکی تفسیر اسکی تفسیر میں ہے
 تو اس کے معترض جیسا کہ یہی پر ہی آتی ہے جبکہ معترض جیسا کہ اسکا اقوال ہے کہ عرفان میں نماز جمعہ واجب نہیں ہے تو عموم امکانہ دعوی
 معترض جیسا کہ یہاں باطل ہو گیا **قولہ** اگر مولف اس طرح کہہ دے کہ یہ میری ایک بات کا جواب ہے **اقول** ہر چند بعض علماء
 نے یہ جواب لکھے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ انکی فہم میں کے موافق تمام باتوں کا جواب با صواب لکھا احقاق حق و ابطال باطل کر دیا
 ہے مگر ابی پر پڑا اور حضرت معترض ام لفظ عرض کر کے کہ اگر اس کا جواب لکھیں تو وہ بھی لکھیں تو کلام جواب لکھیں تمت

عمدة العناقية من حياة النبي محمد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الواحد الصمد الذي به يستعان وبه يستمد والصلوة والسلام على
 نبيه السيد السند وعلى اله واصحابه الذين هم الثابت ومن به يستند
 أما بعد فيقول الراعي رحمة الله القوي الخادم للحديث النبوي
 محمد بن علي النعماني المكنى بابي الخير المدعو بن ظهير احسن
 صانه الله تعالى عن الشرور والفتن اني ارسلت بعض الاجزاء المطبوعة
 من اثار السنين الذي هو من حسن تاليفاتي في الحديث وعمدة الكتب
 في هذا الفن في شهر شعبان سنة ١٢١٥ من هجرة النبي المكرم
 صلى الله عليه وسلم الى المحيية العلامة والفقهاء الفهامة الشيخ الاجل
 والاحقر في الاماكن المأثورة والمفاخر مولانا الشاه محمد عبد الحق
 المكي المهاجر وطيب مسالمة لاجل زنة ثلثون الى وسيلة لفاذلة فلما اهل هلال
 شهر شوال الحرام تشرفت ذات ليلة في المنام بيا النبي صلى الله عليه
 وعلى اله وصحبه وسلم آيت مجد لساع على السرة بجانب اخوانه ابيضاء
 كالبدر المنير فقال لي عليه الصلاة والسلام انك من هذه الامة ذات الالوان
 فذهبت اليها وقلت انها قد انكثرت النبي صلى الله عليه وسلم فقالت
 قلت مت يا محمد من الامة فقد سرور الله بها وانه قد عظم
 وطهر في ردها في ان جردت من ثيابها في سعة في سعة عثرت

بما عذرت وشكرت الله على ما شكرت ثم وصل المكتوب العلامة المذكور
 المشعر بالسور والحبو من مكة المكرمة ذات المشاهد المعظمة
 زادها الله شرفاً وتعظيماً وكرامة وتكريماً ما ملخصه ان هدى يتكم وصلت
 الى يوم العيد وازهارها قد نهرت لدى في الساعة المباركة والحين
 السعيد في جماعة من احبابي وملائم اصحابي فطالعوها وسرحوا الا نظاماً
 في مبانيتها وطرحوا الافكار في معانيها وفرحوا فحالا يسعه البيان ودعوا
 لكم دعاءً يفوق عنه لطاق البيان ثم وصل الى بعد شهر مكتوب اخر
 بنور تخبير ان شيخنا العلماء قد دعاكم في المسجد الحرام رافعا يد
 وتبريد المكتوب والسفر الحسن الاسلوب كانت الاجادة المطلوبة

التي هي الدرة المكنونة المرغوبة وصورتها هذه
 بصيرت الرّحمن الرّحيم الحمد لله الذي انزل السنة القراء اضو من الصبر
 الابواب كما انزل احسن الحديث كتابا متشابها غير ذي عوج - والصلاة
 والسلام على سيدنا محمد خير مرسل افضل من الى السماء عرج - واعظم
 من اوان الحكمة وجاء بالمعجزات والحجج - وعلى اله طيبى الارجح - وعو الى الرتب
 والدرج - واصحابه الذين بذلوا في احياء سنته المهج - ومن في نظام سلكهم
 اندرج - اما بعد فقد التمس مني الشيخ الفاضل - السابق في حلقة
 النصارى النازل في تحصيل العلوم الشرعية الجهد - المشرف في اقتناصها
 عن سائر - مولانا العلامة الفهامة المحقق المدقق المولى
 عجز تظهير احسن ادام الله بقاءه - وزاد كل يوم في مصاعده

الفضل ارتقاه - الاجازة فيما يجوز لي روايته - وتحلى درايته - فاجبت
 لذلك - واسعفته الى ما هنالك واتى احقر من ان اكون من ورسا
 هذا الميدان - واقل من ان اذكر بلسان او يشار الى ببيان **هـ** ولكن الباء
 اذا شغرت - وصح نبتهارى الهشيم - **فاقول** قد اجزت الهمم المذكورة
 بجميع ما يجوز لي روايته من كتب الحديث كالكتب الستة والجموع
 والسنن والمسانيد والاجزاء والمشيخات والمستخرجات والمستدرجات
 والسلسلات وغير ذلك ومن كتب التفسير وعلومه كالعلوم **البيث**
 واصوليهما وسائر المؤلفات في المنقول والمعقول وبها الطريقة العالمة
 الصوفية الصافية قدس الله اسرارهم وجميع الاوراد والآثار ونحوها
 اجازة عامة تامة كما اجازنى شيوخنا الاجلاء الاعلام - ابى الهالكين
 منهم حامل لواء الرواية والاسناد - امين الله على العباد ملحق الاحقاد
 بالاجداد - **ولى الله الكمال** - جامع فنون العلوم وشتات الفضائل
 مولنا المفسر المحدث شالحاج الشاه الحافظ **عبد الغنى الدهلوى** المدنى
 قدس سره ومولنا المفسر المحدث **محمد قطب الدين الدهلوى** الملكى
 رحمة الله عليه عن مولنا **محمد بن محمد** الدهلوى وغيره من علماء الحرمين
 الشريفين والهند واوروم الى آخر السند المشهور المذكور في حصر الشاه
 والانتباه والبيان المعنى والرسالة المسماة بالجمالة النافعة وغيرهما و
 المجاز المذكور بتقوى الله تعالى وزوم طاعته وملازمة العلم والذكر
 الاسماء بالاله الا الله واوصيه بالشفقة والرافقة بالمؤمنين خصوصا

ابن عبد الكريم قال اخبرنا ابو علي بن شاذان قال اخبرنا احمد بن سليمان
النجاد قال حدثنا ابو بكر بن ابي الدنيا قال حدثنا الحسن بن عبد العزيز
الحروري قال حدثنا عمر بن مسلم التستبيسي قال حدثنا الحكم بن عبد
قال اخبرني حيوة بن شريح قال اخبرني عتبة بن مسلم عن ابي عبد الرحمن
الحبلي عن الصنابحي عن معاذ بن جبل رضي الله عنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم يا معاشر ائني اُحبُّك فقل اللهم اعني على ذكرك وشكر
وحسن عبادتك قلت كلهم قالوا انا احبك فقل او نحوه وقال
لبي سیدی ائني اُحبُّك فقل اللهم الخ ثم اجازني بجميع مروياته وباخذ العهد
على طريق شيخه في الطريقة الشاه محمد افاق المجددي رحمه الله تعالى
قلت ان شيخنا المراد ابادي قوال الحديث على الشاه محمد بن محمد الدهلوي
وله اجازة عامة عنه وقد اجاز له الشاه عبد العزيز الدهلوي ايضا بجميع
مروياته على ما نص عليه غير واحد من اهل العلم منهم الشيخ
المحدث احمد بن عثمان المكي في التحايف الاخوان وقد قالوا
انه قرا الجامع الصحيح على الشاه عبد العزيز الدهلوي ايضا خلافا لما
ذهب اليه صاحب التحايف والله اعلم بالصواب قلت فحصل لي
ثلاث طرق الى الشاه عبد العزيز الدهلوي احدها طريق العلامة
المهاجر الميرزا محمد امين الله بركاته وفيها بيني وبين الشاه عبد العزيز الدهلوي
ثلاث وسائط وثانيتها طريق شيخنا المراد ابادي عن الشاه محمد بن
الدهلوي وفيها واسطتان وثالثتها طريق شيخنا المراد ابادي

عن الشاه عبد العزيز الدهلوي وفيها واسطة واحدة والمحمد لله على ذلك
قلت والشيخ العلامة الشاه عبد الغني شيخ شيخنا المكي اخذ عن
غير واحد من اهل العلم منهم الشيخ العلامة محمد عابد
السندي المدني المتوفى سنة ١٢٥٠ هـ وهو من كبار المحدثين في عصره فمن
هذه الطريق بيني وبين الشيخ السندي المدني واسطتان وقد
اجاز العلامة السندي باجازته العامة لكل من اهل عصره قال
فحصر الشاردي سانيد محمد عابد فقد اجزت كافة من ادرك
سياق من المسلمين ان يروى عنى جميع ما اشتهل عليه هذا السفر لا سانيد
التي ذكرتها وكان تمامه في بندر الخاني شهر رجب سنة ١٢٥٠ هـ انته
قلت قد دخل شيخنا المراد ابادي في اجازته العامة من هذه
الطريق بيني وبين العلامة السندي المدني واسطة واحدة
اقول بتوفيق الله العزيز العالم قد اجزت بكتابي اثار السنن
ما يتعلق به من التعليقات وسائر ما يلقى وبكل ما يجوز له روايته
ويعمل به في درايته وما اخذته من العلوم العقلية والنقلية غير مشايخي
الكرام كل من ادرك حياتي من اهل الاسلام سيما الولد محمد عبد الله
محمد عبد السلام حفظهما الله تعالى عن شرور الليالي والايام
كتبته يوم الجمعة السابع والعشرين من شهر جمادى الآخرة
سنة ١٣١٩ من هجرة سيد الانام على صاحبها الف الف تحية
وسلام ما شرق الشمس لشارقة وطلع البدر التمام

هذه قصيدة للعلامة الاديب الفاضل البليغ وبالله
مولانا محمد انور شاه الكشميري المدرس الاعلى للمدرسة
الامينية الوا في الدلهي انشدناها في محفل المولفاد ان الله فيضه

سريت و طبت نفسا في ارتواء
سراب شرم و پايز و خمدون من اذيراني
لجبي ذ المناقب و المعالي
بسبب دوستي کردن من با صاحب ستايشا و زيكها
كريم الخلق محمود السجايا
بزرگ خلاق ستوده صفات
اثيل المجد مفعود المشيل
استوار در بزرگي و بے همتا
كثير العلم في فهم غزير
بیش دانش با فهم بسیار
رحيب الباع في رأي مصيب
بالادست باراي صواب
سنا علم الحديث كثر حفظ
روشنی علم حديث بیش حفظ
خذاهو رحلة الافاق طرا
پس اين ست مرجع همه اطراف
و عمدة قارئ ارشاد سار
و معتمد عليه خواننده را بهر راه و نده
و خير جارا استوفى البرايا
و خير جايي كه ترا گشت خلاق را
وحيد العصر محسود النديم
يكناهي زمان رشك همسان
رفيع القدر ذو القدر الرفيع
بلند قدر صاحب قدر بلند

و عدت فاز دري ماء السماء
و چنان شرم كه تخير كروم آبروي آسمان را
شريف المجد عظيم العلامة
بزرگ و بزرگي نزود و بلندی مراتب
خليقا للمحامد و الثناء
سزاوار ستايشا و ثنا خوان
سنياب في الفضائل و البهاء
برتر در فضائل و سرآمد
وسيع الحفظ في فضل ارتقاء
فراخ حفظ بازياد بلندی
طويل الطول في وسع الذكاء
بلند فطن با فراخي زيرك
وساوية الزمان بلا اعتناء
و بيش رايت زمان بيش گمان
و حافظ عصر اهل اقتداء
و حافظ حديث زمان خویش مزاو پیشواي
و فخر المخلقات على دفاء
و كنه جوده بستيگيا با بربري
انفاضة على طول البقاء
فيض رسائي او همواره و هميشه
سد يد القول في حسن الصفاء
صواب كو با حسن صفا
با علل الرواية و انتقاء
در اظهار علت روايت و برگزیدن از ان

۹۱
انجمنی دانش
نزه القصيدة
من البديع
والضلع
الكتاب
والعلم
والعقبي
والقلب
والنفس

کے غلط ہونے کا اعتراف کر کے اوس اعراض کو واپس لیتے ہیں و فتوۃ **حکلی ذی علیہ علیہ** طری بیان پر دوسرے
 الزامات سے مولف نورالابصار کی براءت نہیں ہو سکتی۔ اولاً جب ان بعض نسخ کی عبارت یوں واقع ہوئی ہے اربعاً وعشرین لیلة
 تو اسکو اربع وعشرین لیلة نقل کرنا تحریف عبارت ہے ثانیاً اوخون نے جو یوں لکھا ہے کہ بخاری کی ایک اور روایت میں ہے
 اسکو یوں لکھنا چاہئے تھا کہ بخاری کی ایک اور روایت کی بعض نسخ میں ثانیاً اربعاً وعشرین والی روایت کو معرض ہند لالی میں
 پیش کرنا ہرگز صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ ۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰ دونوں میں تباین ہے۔ دونوں صحیح نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ حقیقت الامر میں بیان
 یا تو اربع عشرة صحیح ہے یا اربعاً وعشرین۔ ان میں اگر ایک صحیح ہے تو دوسرا غلط۔ جب اکثر ذراۃ صحیح بخاری نے اس روایت میں اربع
 عشرة لیلة۔ روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے بھی امام بخاری کے شیخ یعنی مسدد سے اسی طرح روایت کیا ہے اور صحیح بخاری کے باب الهجرة میں بھی
 اسی طرح روٹی تو بعض نسخ میں جو اس کے عوض اربعاً وعشرین آیا ہے وہ یقیناً غلط ہے۔ صحیح عبارت وہی جو اکثر نسخ میں منقول ہے پر چنانچہ حافظ ابن
 حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے وقوله فيه فاقام فيهم اربعاً وعشرین كذا للسلطنة والحموی واللباقین اربع عشرة وهو الصواب من هذا
 الوجه وكذا رواه ابو داؤد عن مسدد شيخ البخاری فيه یس مولف نورالابصار کا اکثر نسخ بخاری اغراض کر کے اربعاً وعشرین والی
 نسخے سے جسکو بعض شراح نے صراحتاً غیر صواب لکھ دیا ہے استدلال کرنا ہرگز صحیح نہیں اور یقیناً دیانت کے خلاف ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم بالصواب
 جن حضرات کے پاس لایع الانوار سابق میں پہنچی ہے وہ اس پر چے کو اپنے نسخے کے ساتھ ملحق کر لیں۔ (الکتب النعموی کار اللہ)

اعلان

واضح ہو کہ لامع الانوار کے ٹائٹل پر ۲۴ والی روایت کی نسبت جو وضع کا الزام لگایا گیا ہے۔ اس کے کچھ نسخے شائع ہو چکے تھے کہ میں اطلاع
 ہوئی کہ صحیح بخاری کی کتاب الصلوٰۃ باب ^{صلی} هل یبیش قبو مشرکی للیالہلیۃ و یخذ مکاخا مساجد میں جو یہ روایت ہے فاقا النبی
 صلی اللہ علیہ وسلم فیہم اربع عشر لیلۃ۔ اس میں اختلاف نسخ واقع ہوا ہے۔ صحیح بخاری مطبوعہ مصر میں اور متن عینی و قسطلانی
 میں بھی سی طرح لکھا ہے یعنی اربع عشر لیلۃ۔ اور بعض نسخ بخاری مطبوعہ ہند کے متن میں اربع وعشر میں ہے اور حاشیہ پر بطور نسخہ
 اس کے عوض اربع عشر لکھا ہے۔ اور شروح بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت میں اکثر رواۃ صحیح بخاری اربع عشر لیلۃ روایت
 کیا ہے چنانچہ عینی میں ہے و ہذا رواۃ اکثرین۔ اور بعضوں نے اس کے عوض اربع وعشر بن لیلۃ نقل کیا ہے جس سے یہ ثابت
 ہوتا ہے کہ جس عنوان سے صاحب نور الابصار پر الزام قائم کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ جب بعض نسخ میں اس طرح منقول ہے تو
 ہماری دیانت اسکو مقتفی نہیں کہ ہماری جانب سے کسی رد وضع روایت کا غلط اہتمام قائم رہے لہذا ہم صاف طور پر اس الزام

اطلاع

واضح ہو کہ جناب مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہ نے بھی درباب عدم جواز سملوۃ الجمع فی القری ایک
 عمدہ رسالہ تالیف فرمایا ہے جس کا نام اوثق العری ہے اور اس کا جواب بھی حسب مذہب المختار نے لکھا ہے جس کا نام
 ہدایۃ الوری رکھا ہے۔ اور مذہب المختار کے ساتھ چھپوایا۔ اس کا جواب مقرر حسب مذہب کے ہوا۔ جناب
 مولوی محمد عبدالغفار صاحب مدرس نو انگریز صلیح بلیا شاگرد محدث گنگوہی نے تحریر کیا ہے جو زیر طبع ہے مولوی صاحب
 موصوف کی تحریر سے معلوم ہوا کہ اس رسالے سے مذہب المختار کے تمام ضروری باتون کا جواب
 ہو جاتا ہے ایسی حالت میں رقم کو جواب لکھنے کی بظاہر ضرورت تھی مگر چونکہ مقرر حسب مذہب نے اپنی تمام
 باتون کا جواب طلب کیا ہے اور رقم کو اس اثنا میں تحقیقات بہت سی جدید مفید باتیں معلوم ہوئیں
 لہذا فقیر نے بھی مذہب المختار کا تفصیلی جواب لکھا۔ اس رسالے کے شروع میں جو نہایت پر زور
 مقدمہ لکھا گیا ہے وہ اور بحث جیسا کہ تم اور مباحث متعلقہ جو اثنا اور مصر و مصر جامع میں فرق اور
 انکی تعریفین ناظرین کے ملاحظہ کے قابل ہیں۔

مذہب المختار کے بعد ہمارے جمع الآثار کا ایک دوسرا جواب بھی مولوی عبدالرحمن صاحب ساکن مبارکپور ضلع
 کے نام سے چھپ کر شائع ہوا ہے جس کا نام نور الابصار رکھا گیا ہے۔ ہندوستان میں چونکہ ہر خوردار
 کے ساتھ نور الابصار کثیر الاستعمال ہے۔ اس نام سے اہل مذاق کو عجیب و غریب آیا ہے۔ بہر کیف ہم نے
 اس سادہ کا مستقل جواب لکھنا بوجہ ذیل نظر انداز کیا اور اگر سادہ قابل جواب ہر شخص لائق خطاب نہیں ہوتا
 اس سلسلے کے موافق کوئی معروف شخص نہیں اتنا سنا گیا ہے کہ ڈیافان میں جناب مولوی شمس الحق صاحب
 یہاں اکثر آتے ہیں۔ انکی استعداد علیٰ اس حد تک ہے کہ میں جو قبائلی نسبت یہ لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں اس کے فاصلے
 پر ہوا سپر بزرگ کہتے ہیں کہ محض غلط موضع قبا مدینہ سے صرف دو یا تین میل کے فاصلے پر ہے اور دلیل
 میں مجمع البحار کی عبارت پیش کی ہے موضع عیالین او ثلث من المدینۃ تبعبہ کہ اس عبارت
 میں تین میل بھی موجود اور پھر بھی اعتراض۔ شاید انگریزی میل سمجھ لیا ہے۔ میل جو عربی لفظ ہے اور اسکی فارسی
 کردہ اور ہندی کو سب لغت ہمارے مجھ میں لکھا ہے۔ میل ثلث فرسنگ کہ آزا کردہ گوید غیاث
 میں ہے میل یعنی کردہ اور تیس فیصد اللغات میں ہے کو س۔ فارسی کردہ عربی میل۔ جب میل کی ہندی
 کو س ہے تو تین کو س لکھنا غلط کیونکہ ہو گیا اور یہ امر آخر جو کہ عرب کا کو س یہاں کے کو س بہت چھوٹا ہوتا ہے

جسکو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوسس سیل بی کی ہندی جو وہ کیا اور اسکے اعتراضات کیا۔ ثانیاً
 حضرت کی دیانت کا یہ حال ہو کہ ہر چند جو بیس روز قیام قبا کی نسبت کسی کتاب جیٹ میں کوئی روایت ہوگز
 حمین جو اور یہی وجہ ہو کہ صاحب مذهب المختار نے نبی سالم کی مسجد عاتکہ والی نماز جوہ کو غیر ثابت تسلیم کر لیا
 اور پیرانگی حصار ت کہ صفحہ ۴۶ میں لکھتے ہیں کہ بخاری کی ایک اور روایت میں جو اربع وعشرون لیلة
 یعنی قبا میں اپنے جو بیس ات قیام کیا اتنی کلاہ بلغظہ اس مقام میں چند جگہ اس روایت کو بخاری کی طرف
 منسوب کر کے مسجد عاتکہ والی نماز کو صحیح ہونا ثابت کیا ہو تو ملاحظہ ہو کہ ایک تو ۲۴ روز کی روایت گئی
 گئی اور اوپر حوالہ بھی کسا دیا کہ بخاری کا انا شہد وانا الیہ اجنون۔ اوپر فقرے سے سر لوح یہ لکھا گیا کہ یہ رسالہ
 حسب ارشاد جناب مولانا ابوالطیب محمد شمس الحق صاحب محدث عظیم آبادی تصنیف کیا گیا ہو۔ ہم نہیں سمجھتے
 کہ رسالہ نویس کے ارشاد سے لکھا گیا مگر یہ روایت کس کے ارشاد سے بنائی گئی۔ اور لطف یہ ہو کہ حضرت کو یہ
 بھی تسلیم ہو کہ ۱۴ روز والی روایت بھی صحیح بخاری میں پھر یہ بھی کہا جاتا ہو کہ ۲۴ روز والی روایت بھی بخاری
 کی ہو اگر دونوں روایتیں بخاری میں ہوں تو لازم آتا ہو کہ ان میں ایک روایت یقیناً غلط ہو اور طرہ پر
 طرہ یہ ہو کہ بخاری کی ایک روایت میں جو بیض عشق لیلة ہو اس کے مراد گیارہ روز لئے۔ جسکا نتیجہ نکلا
 کہ بخاری میں قیام قبا کے بارے میں ۱۱-۱۲-۱۳ تین روایتیں ہیں۔ اس صورت میں بخاری کی دو روایتیں
 غلط ٹھہرتی ہیں۔ اب یہ دعویٰ کہ صحیح بخاری کی کل حدیثیں صحیح ہیں کمان گیا۔ بہر کیف جس شخص کی یہ
 حالت ہو وہ کیا اور اسکا رسالہ کیا۔ ثالثاً اس رسالہ کا مآخذ وہی مذہب المختار جو ادسی مضامین
 کو آٹ پھیر کر کے لکھا ہو۔ چونکہ ہم نے مذہب المختار کا تفصیلی جواب لکھا ہو اس کے فوراً ابصار کا جواب
 بھی ہو جاتا ہو۔

یہ بھی معلوم ہو کہ ہمارے مقررہ جناب مولوی شمس الحق صاحب کے صاحبزاد کی طرف سے بھی ایک رسالہ
 اسی بحث میں چھپ رہا ہو۔ اگر وہ بھی ہمارے رسالہ کا جواب ہو تو چونکہ صاحبزاد کی طرف سے وہ تالیف
 ہو ہی ہم اس کے جواب کی طرف بھی متوجہ نہیں ہو سکتے۔ مگر ہم امید کرتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا
 یہی رسالہ لایع الاوار حضرات انصاف پسند اور طالبین حق کے لئے اون تمام رسائل کے جو آپ
 کے لئے کافی ہوگا۔ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

الراقم خادم العلماء محمد طہیر حسن شوق نبوی کان اللہ۔ شہر پٹنہ۔ محلہ شاہ کی ہالی۔